عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۵ | ۲۳ تا ۳۰/شعبان ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۳/ستمبر ۲۰۰۶ء | شمارہ: ۳۵

فقیہ العصر
حضرت مولانا
مفتی عبدالستار رحمہ اللہ

جناب نگر اور کاروانِ ختمِ نبوت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے انتخابات

حدود آرڈیننس

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

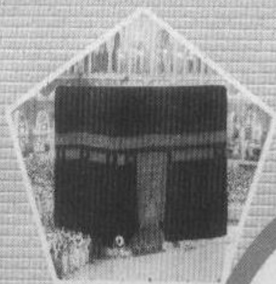

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

کافر‘ زندیق اور مرتد کا باہمی فرق:

س:۱:......کافر اور مرتد میں کیا فرق ہے؟

۲:......جو لوگ کسی جھوٹے مدعی نبوت کو مانتے ہوں‘ وہ کافر کہلائیں گے یا مرتد؟

۳:......اسلام میں مرتد کی کیا سزا ہے؟ اور کافر کی کیا سزا ہے؟

ج:۱:......جو لوگ اسلام کو مانتے ہی نہیں وہ تو کافر اصلی کہلاتے ہیں‘ جو لوگ دین اسلام کو قبول کرنے کے بعد اس سے برگشتہ ہوجائیں‘ وہ ”مرتد“ کہلاتے ہیں‘ اور جو لوگ دعویٰ اسلام کا کریں‘ لیکن عقائد کفریہ رکھتے ہوں اور قرآن وحدیث کے نصوص میں تحریف کرکے انہیں اپنے عقائد کفریہ پر فٹ کرنے کی کوشش کریں‘ انہیں ”زندیق“ کہا جاتا ہے‘ اور جیسا کہ آگے معلوم ہوگا‘ ان کا حکم بھی ”مرتدین“ کا ہے‘ بلکہ ان سے بھی سخت۔

۲:......ختم نبوت اسلام کا قطعی اور اٹل عقیدہ ہے‘ اس لئے جو لوگ دعویٰ اسلام کے باوجود کسی جھوٹے مدعی نبوت کو مانتے ہیں اور قرآن وسنت کی نصوص کو اس جھوٹے مدعی پر چسپاں کرتے ہیں‘ وہ مرتد اور زندیق ہیں۔

۳:......مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے‘ اگر ان تین دنوں میں وہ اپنے ارتداد سے توبہ کرکے پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کردیا جائے‘ لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کردیا جائے۔

جمہور ائمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت‘ دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبس دوام کی سزا دی جائے۔

زندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے‘ لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی یا نہیں؟

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں‘ وہ بہرحال واجب القتل ہے۔

امام احمدؒ سے دونوں روایتیں منقول ہیں‘ ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا‘ اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی سزا بہرصورت قتل ہے‘ خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے۔

حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے از خود توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہوجائے گی‘ لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندیق‘ مرتد سے بدتر ہے‘ کیونکہ مرتد کی توبہ بالاتفاق قبول ہے‘ لیکن زندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر اختلاف ہے۔

☆☆......................☆☆

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد:۲۵ شمارہ:۳۵ ۲۳تا۳۰/شعبان ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۶تا۲۳/ستمبر ۲۰۰۶ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمدّ علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سیّد محمدّ یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
حضرت مولانا محمدّ شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمدّ یوسف لدھیانویؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خان

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی
مدیر: مولانا اللہ وسایا

مجلس ادارت

○ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ○ مولانا سعید احمد جلالپوری
○ علامہ احمد میاں حمادی ○ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
○ صاحبزادہ طارق محمود ○ مولانا بشیر احمد
○ مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی ○ مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان
قانونی مشیر: حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

۷/ستمبر مذہبی جوش وجذبہ سے منایا گیا	ادار یہ	۴
چناب نگر اور کاروانِ ختم نبوت	مولانا عبدالحکیم نعمانی	۵
حدود آرڈی نینس	مولانا سعید احمد جلال پوری	۱۲
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے نومنتخب اراکین		۱۷
مرزا غلام احمد قادیانی کے مالی معاملات	ڈاکٹر سیّد راشد علی	۱۸
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ	مولانا سعید احمد جلال پوری	۲۲

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰امریکی ڈالر
زرتعاون اندرونِ ملک: فی شمارہ: ۷روپے۔ ششماہی: ۱۷۵روپے۔ سالانہ: ۳۵۰روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور
اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۷/ستمبر مذہبی جوش و جذبے سے منایا گیا

۷/ستمبر کو پورے ملک میں یوم ختم نبوت پورے مذہبی جوش و جذبے سے منایا گیا' ملک بھر میں علماً کرام نے مختلف کانفرنسوں اور اجتماعات میں عقیدۂ ختم نبوت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور قادیانیت کے کفریہ عقائد و عزائم سے عوام الناس کو باخبر کرتے ہوئے دینی غیرت کی بنیاد پر قادیانیوں سے ہر قسم کے تعلقات ختم کرکے ان کا سماجی بائیکاٹ کرنے کی اپیل کی' علماء نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کی روح ہے' جس طرح انسان روح کی حفاظت کے لئے قربانی دیتا ہے' اسی طرح ہم عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے اپنا تن' من' دھن قربان کرکے تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے اور تاج و تخت ختم نبوت کی طرف میلی نگاہ ڈالنے والے قادیانی گروہ کو کسی صورت میں ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ علماً کرام نے قادیانی فتنے کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا کہ انگریزی استعمار نے اپنی سیاسی ضرورت کے پیش نظر قادیانی فتنے کو وجود بخشا' انگریز گورنمنٹ کی سرپرستی میں یہ فتنہ پروان چڑھا اور دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے اس فتنہ نے مذہبی رنگ اختیار کیا تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیا جاسکے' ورنہ درحقیقت قادیانیت کسی مذہب کا نام نہیں' بلکہ یہ ایک خالصتاً سیاسی گروہ ہے' جس نے ہمیشہ اسلام دشمن قوتوں کے سیاسی مفادات کے تحفظ کی خاطر کام کیا اور تاحال کررہا ہے' اسی وجہ سے اسرائیل جیسی یہودی ریاست میں ان کا مشن قائم ہے اور یہودیوں کی فوج میں سینکڑوں قادیانی نوجوان گوریلا ٹریننگ حاصل کرکے اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ علماً کرام نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے روز اوّل سے ہی اپنی جدوجہد کا آغاز کردیا تھا' اور مسلسل نوے سال تک یہ سلسلہ جاری رہا' بے شمار قربانیاں پیش کی گئیں' ہزاروں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا' متعدد مرتبہ ملک گیر تحریکیں چلائی گئیں' بالآخر شہدائے ختم نبوت کا خون رنگ لایا اور ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانی عقائد و عزائم سے باخبر ہونے کے بعد متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ کرکے مسلمانوں کا نوے سالہ مطالبہ تسلیم کیا۔ اس اعتبار سے یہ دن انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے جب سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ کیا ہے' اسی دن سے قادیانیت زخمی سانپ کی طرح بل کھارہی ہے' قادیانی ملک کے اندر اور باہر عیسائی' یہودی لابی سے مل کر پاکستان اور اہل پاکستان کے خلاف بین الاقوامی سطح پر بے بنیاد پروپیگنڈا کرکے پاکستان کو بدنام کرنے کی کوشش میں دن رات سرگرم عمل ہیں' اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے مغربی ممالک کی طرف سے طرح طرح کی رکاوٹیں اور بے جا پابندیاں لگوا کر ہماری ملکی و ملی ترقی کو مفلوج بنانے میں مشغول ہیں' علماً کرام نے کہا کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں کے خلاف پوری قوت سے کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ فتنہ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہوسکے۔ قادیانی آئین پاکستان اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں غیر مسلم کافر ہونے کے باوجود دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں' قادیانیوں کی ان سازشوں کا مقابلہ کرنا اور مسلمانوں کو ان سے آگاہ کرنا علماً کا مذہبی فریضہ ہے' جسے تادم زیست ادا کیا جائے گا۔ حکمرانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ قادیانیوں کو آئین اور شریعت کا احترام سکھائیں' بے شک ہر انسان کے جان و مال کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے' لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قادیانیوں کو اسلام کے خلاف زہر اگلنے کی کھلی آزادی دے دی جائے' اگر حکمرانوں نے انسانیت کے نام پر یا آزادی کی آڑ میں قادیانیوں کے کفریہ عقائد کے تحفظ اور ان کی سرپرستی کی روش کو تبدیل نہ کیا تو اسے مسلمانوں کے سخت ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا' علماً کرام نے قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کلیدی عہدوں پر فائز قادیانیوں کی فوری برطرفی کا مطالبہ کیا۔ امید ہے کہ علمائے کرام اور عوام الناس کی جانب سے عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے عہد کی تجدید ملک میں تحفظ ختم نبوت' قادیانیت کے سدباب اور اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں سنگ میل ثابت ہوگی۔

چناب نگر اور کاروانِ ختم نبوت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مورخہ ۲۱'۲۲ ستمبر ۲۰۰۶ء کو سالانہ دو روزہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے انعقاد کا اعلان ہو چکا ہے' یہ اعلان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ (کندیاں شریف)' مولانا سیّد نفیس شاہ الحسینی مدظلہ' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے کیا ہے' برطانیہ اور امریکا کی پروردہ این جی اوز اور قادیانی جماعت اس کانفرنس کے انعقاد و بیانات اور اس میں شامل ہونے والے علمائے کرام پر خاص طور پر نظر رکھے ہوئے ہیں' اور اس کانفرنس کو ملکی و غیر ملکی الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا اپنی بساط کے مطابق کوریج دیتا ہے' ادھر اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے مشائخ عظام' صوفیاء کرام' سجادہ نشین اور دینی مدارس کے ننھے منے گلشن نبوی کے پھول یعنی دینی طلباء بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ کے حضور دعاؤں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ الحاصل کفر کو بڑی کلفت ہوتی ہے' بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لئے وہ اپنا تمام تر اثر و رسوخ استعمال کرتے ہیں' ان حالات میں مسلمان نہتے ہونے اور محدود وسائل کے باوجود بھی کفر کے گڑھ (چناب نگر) میں نبی آخر الزمان ﷺ کی ختم نبوت اور ناموس کی پاسبانی کا حق ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ملتان میں ایک کانفرنس کے ذریعہ جنوری ۱۹۴۹ء میں ڈالی گئی' یہ تاریخ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کے مطبوعہ خط اور کاروانِ احرار جلد پنجم صفحہ ۱۳ میں درج ہے' جماعت کے پہلے امیر و بانی سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ' دوسرے امیر قاضی احسان احمد شجاع آبادی ؒ' تیسرے امیر مولانا محمد علی جالندھری ؒ' چوتھے امیر مولانا لال حسین اختر ؒ' پانچویں امیر مولانا محمد حیات ؒ' چھٹے امیر مولانا سیّد محمد یوسف بنوری ؒ قرار پائے' جب کہ جماعت کے ساتویں اور موجودہ امیر خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ ہیں۔

مولانا عبدالحکیم نعمانی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو ۱۹۶۷ء میں رجسٹرڈ کرایا گیا' اس وقت متعدد ممالک میں جماعت کی شاخیں موجود ہیں اور اب تک ۱۵۰۰ سے زائد کتابیں اور اس کے علاوہ تمام مکاتبِ فکر کے رد قادیانیت پر مشتمل رشحات قلم کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ''احتساب قادیانیت'' کے نام سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے' جس کی ۱۶ جلدیں اسی کانفرنس میں مل سکتی ہیں اور مزید اسی حوالہ سے فتاویٰ ختم نبوت تین جلدیں اور خطبات ختم نبوت بھی جماعت شائع کر چکی ہے' اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی اور جماعت کے سینکڑوں مبلغین عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں' پاکستان بننے سے قبل یہ حضرات شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے' پاکستان بننے کے بعد سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ' مولانا محمد علی جالندھری ؒ' قاضی احسان احمد شجاع آبادی ؒ اور ان کے رفقاء نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی' جب کہ ۱۹۴۹ء سے ماسٹر تاج الدین انصاری ؒ' شیخ حسام الدین ؒ اور دیگر حضرات مجلس احرار اسلام کے عہدیداران ٹھہرے' یاد رہے مجلس احرار اسلام برصغیر کے بہت بڑے جانبازوں اور سرفروشوں کی بہت بڑی جماعت تھی اور اب بھی اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔

اب اصل مقصد کی طرف آتے ہیں' چناب نگر کو قادیانی گروہ قادیان (بھارت) کے بعد اپنا دوسرا مرکز گردانتا ہے' تقسیم کے بعد قادیانیوں کا یہ ہیڈ کوارٹر فضائیہ کی مرکزی پرواز گاہ اور پاکستان کے اہم صنعت گاہ فیصل آباد کے درمیان دریائے چناب کے کنارے اسرائیل کی طرح ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت قائم کیا گیا' ایک آزاد مملکت میں خالصتاً اسرائیلی طرز پر نظام رائج کیا گیا' مسلمانوں کے علاوہ ملکی مروجہ قوانین کا داخلہ بھی ممنوع تھا' ریاست در ریاست کا نظام کسی بھی حکومت کے لئے چیلنج ل

حیثیت رکھتا ہے، لیکن وفاقی حکومت کی پشت پناہی اور مکمل سرپرستی کی وجہ سے کوئی حکومت اس کا تدارک نہ کرسکی، ادھر مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی وامیر اول سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور ان کے تربیت یافتہ حضرات مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، فاتح قادیان مولانا محمد حیات، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا عطاء المنعم شاہ بخاری، مولانا منظور احمد چنیوٹی، ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر رفقاء نے قادیانی فتنہ کے عقائد وعزائم اور مملکت خداداد پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں کو طشت از بام کرنے اور فتنہ قادیانیت کے خاتمے کے لئے مشترکہ اور عملی جدوجہد کے مشن کو برابر جاری رکھا، چنانچہ بھٹو مرحوم کے دورِ حکومت میں ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے فلور پر ان قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا، یوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوام الناس کی محنت اور کوشش کارگر ثابت ہوئی، اور اس طرح پہلی مرتبہ قادیانیت کی مضبوط اور سامراجی ودجالی بنیادیں زمیں بوس ہوکررہ گئیں۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے نفاذ کے اعلان سے قادیانی مراکز لرزہ براندام ہوکر رہ گئے ... ربوہ کے نام کی تبدیلی نے تو قادیانیت کے ارتدادی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

۱۹۵۴ء کی بات ہے، جب ... کے لیڈر مرزا محمود نے اپنے ایک خطبے میں مرزائیوں کو یہ کہا تھا کہ:

''جب تک سارے محکموں میں ہمارے آدمی ... نہ ہوں، ان سے جماعت کسی طرح بھی کام نہیں لے سکتی، مثلاً موٹے موٹے محکموں سے فوج، پولی، ایڈمنسٹریشن، ریلوے، فائنانس، کسٹمز اور انجینئرنگ، یہ آٹھ دس موٹے موٹے محکمے ہیں، جن کے ذریعے سے جماعت اپنے حقوق محفوظ کراسکتی ہے، ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں، اس کے نتیجہ میں ہماری نسبت فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت زیادہ ہے، ہم اس سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اٹھاسکتے، باقی محکمے خالی پڑے ہیں، بیشک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکریاں کروائیں، لیکن وہ نوکری اس طرح کیوں نہ کروائی جائے جس سے جماعت فائدہ اٹھاسکے، پیسے بھی اس طرح کمائے جائیں کہ ہر محکمے میں ہمارے آدمی موجود ہوں اور ہر جگہ ہماری آواز پہنچ سکے۔''

پاکستان بننے کے بعد مرزائی جماعت کی سیاسی تنظیم نے حکومت پاکستان کے مقابلے میں ایک متوازی نظام حکومت قائم کرلیا، ربوہ (چناب نگر) کے مقام پر خالص مرزائیوں کی بستی آباد کرکے اس نظام حکومت کا مرکز بنادیا، جماعت کا لیڈر ''امیرالمومنین'' کہلاتا تھا، جو مسلمانوں کے فرمانروا کا متعین شدہ لقب ہے، اس امیرالمومنین کے ماتحت ربوہ میں مرزائی اسٹیٹ کی نظارتیں باقاعدہ قائم تھیں، نظارت امور داخلہ ہے، نظارت امورِ خارجہ ہے، نظارت نشر و اشاعت ہے، نظارت امورِ عامہ ہے، نظارت امور مذہبی ہے، یہ نظارتیں کسی ریاست یا سلطنت کے نظام کے شعبوں کی طرح کام کررہی تھیں، اس نظام حکومت میں خدام الاحمدیہ کے نام سے ایک فوجی نظام بھی بنا رکھا ہے، خدام الاحمدیہ میں فرقان بٹالین کے سابق سپاہی اور افسر شامل تھے، فرقان بٹالین پاکستانی فوجیوں کی ایک باقاعدہ بٹالین تھی، جس میں انگریز کمانڈر انچیف جنرل گریسی کی مہربانی سے صرف مرزائی جوان بھرتی ہوگئے۔ تقسیم کے بعد میں آزاد کشمیر کی مشہور جماعت مسلم کانفرنس کے لیڈروں اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کے احتجاج پر پوری فرقان بٹالین فوج سے ڈسچارج کردی گئی، مرزائی لیڈروں کو یقین ہوگیا تھا کہ اب ان کے لئے پاکستان کا حکمران بن جانا کوئی مشکل کام نہیں، چنانچہ مرزا بشیرالدین محمود نے اپنے سالانہ جلسہ میں اعلان کیا تھا کہ:

''ہم فتح یاب ہوں گے اور تم اے مسلمانو! مجرموں کے طور پر ہمارے سامنے پیش ہوگے، اس وقت تمہارا حشر وہی ہوگا جو فتح مکہ کے دن ابوجہل اور اس کی پارٹی کا ہوا تھا۔''

چناب نگر مکمل طور پر قادیانی اسٹیٹ تھا، اس میں کوئی بھی مسلمان داخل نہیں ہوسکتا تھا، اگر کوئی مسلمان چناب نگر میں داخل ہوجاتا تو اس پر تشدد کیا جاتا حتی کہ اس کو جان سے ماردیا جاتا، اس دور میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کی دلی آرزو اور خواہش تھی کہ کسی طریقہ سے کاروانِ ختم نبوت کو چناب نگر میں داخل کیا جاسکے اور ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ اور دفاع ختم نبوت کے کام کا راستہ بھی نکل آئے، لیکن بظاہر یہ مشکل تھا، کیونکہ چناب نگر کھلا شہر نہیں تھا، قادیانیوں کی حکومت تھی، لیکن اکابرین ختم نبوت نے پوری تن دہی اور جانفشانی کے ساتھ اپنی کوششیں جاری رکھیں، دعائیں کرتے رہے، آخر کار وہ وقت آن پہنچا، جس کا مسلمانوں کو عرصہ بعید سے انتظار تھا۔

یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح آشکارا ہے کہ جب بھی کوئی تحریک چلی ہے تو وہ لازوال قربانیاں دینے کے بعد اپنی منزل مقصود تک پہنچتی ہے۔ ۲۹/مئی

۱۹۷۴ء کو قادیانی غنڈوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے مسلمان طلباء پر چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر لوہے کے تاروں' ہنٹروں' ہاکیوں اور ڈنڈوں سے حملہ کر کے ان طلباء کو شدید زخمی اور قریب المرگ کر دیا' یہ خبر پورے ملک میں آناً فاناً پھیل گئی' حضرت مولانا تاج محمودؒ کو اس دلخراش واقعہ کا علم ہوا تو وہ فوراً اپنے کارکنوں کے ہمراہ فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے' سینکڑوں مسلمان پہلے سے وہاں جمع تھے' جونہی گاڑی فیصل آباد پہنچی تو طلباء کی حالت زار دیکھ کر مولانا تاج محمودؒ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے' اس موقع پر طلباء سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ''میرے بیٹو! آپ صبر کریں' انشاء اللہ تمہارے جسموں سے بہنے والے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب قادیانیوں سے لیں گے' ہم اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے جب تک قادیانیوں کو اپنے انجام تک نہ پہنچائیں۔'' طلباء کی اس قربانی سے کاروانِ ختم نبوت کو یہ کامیابی ملی کہ حکومت نے چناب نگر کے تمام سرکاری محکموں کے قادیانی آفیسر تبدیل کئے' بجلی' ریلوے' بلدیہ' ڈاک اور پولیس آفیسران کی جگہ مسلمانوں کو تعینات کیا گیا اور چناب نگر کو بھی سب تحصیل کا درجہ دیا گیا' وہاں آر ایم کی عدالت نے کام شروع کر دیا' اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے اس واقعہ کے بعد حالات کو دیکھ کر فرمایا: یہ وہی موقع ہے جس کے لئے ہمارے اکابرین نے اپنے دور میں بے پناہ کوششیں کیں کہ کسی طرح چناب نگر میں تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے کی کوئی سبیل نکل آئے' آج اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کی دعاؤں کے صدقہ میں ہمیں وہ موقع عطا فرمایا کہ چناب نگر میں کام شروع کر دیا جائے' چنانچہ حضرت بنوریؒ کے حکم پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے وفد کی صورت میں ۵/دسمبر ۱۹۷۴ء کو چناب نگر آر ایم سے ملاقات کی' وفد میں مولانا خدا بخش شجاع آبادیؒ' شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا اور قاری عبدالسلام شامل تھے۔

وفد نے آر ایم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں اجازت دیں' ہم عدالت کے کسی کونہ میں ایک تھڑا بنا کر باجماعت نماز شروع کرتے ہیں' تاکہ عدالت میں آنے والے مسلمان نماز ادا کر سکیں' تو آر ایم نے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں' آپ چند دن کے بعد مجھے ملیں' چنانچہ ۲۶/دسمبر ۱۹۷۴ء کو مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور مولانا عزیز الرحمٰن خورشید دوبارہ آر ایم سے ملے تو موصوف نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھانے کی اجازت دے دی' کیونکہ عدالتی ٹائم میں یہی دو نمازیں آتی تھیں' ضلع فیصل آباد کے مبلغ حافظ سیّد ممتاز الحسنؒ نے ظہر کی اذان بھی خود کہی اور نماز بھی پڑھائی' یہ چناب نگر میں مسلمانوں کی پہلی باجماعت نماز تھی' جس میں امام موصوف نے علاوہ دو اور نمازی بھی تھے' چار ماہ تک سیّد ممتاز الحسنؒ چناب نگر آتے اور یہ دو نمازیں پڑھاتے' اس کے بعد کراچی سے مولانا محمد شریف احرارؒ کا تبادلہ چنیوٹ ہوا تو وہ چناب نگر میں نمازیں بھی پڑھاتے اور خطبہ جمعہ بھی ارشاد فرماتے' چونکہ چناب نگر قادیانیت کا مرکز تھا' تو باہر سے آنے والے مسلمانوں کو مجبوراً قادیانیوں سے چائے وغیرہ پینا پڑتی' تو اس کام کے لئے آر ایم کی عدالت کے ساتھ ایک کھوکا رکھوا دیا گیا' جس کے نگران مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے محمد اعظم کاشمیری مقرر ہوئے' مسلمان یہاں آکر چائے پیتے' اس سلسلہ میں مسلمان وکلاء نے بھرپور تعاون کیا' لالیاں ضلع جھنگ کے جواں سال کارکن محمد اشرف نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ کام کیا' اسی دوران مولانا محمد شریف جالندھریؒ نے چنیوٹ کے تحصیل دار فضل الرحمٰن کو درخواست دی کہ لاری اڈا چناب نگر کے قریب مرزائیوں کے خانہ ساز بہشتی مقبرے کی مشرقی جانب ۱۱۶ ایکڑ رقبے پر مسلمانوں کے قبرستان کی زمین گورنمنٹ کے کاغذات میں ہے' یہ رقبہ شہدائے مقبوضہ اہل اسلام کے نام ہے' اس کی حد بندی ہونی چاہئے' قادیانی آئین کی رو سے کافر ہیں' ان کا اور مسلمانوں کا قبرستان ایک نہیں ہو سکتا' اس رقبہ کی حد بندی کروا کر مسلمانوں کو دیا جائے' تحصیل دار نے آرڈر کر دیئے' چنانچہ مورخہ ۲۷/اپریل ۱۹۷۴ء کو مولانا اللہ وسایا' مولانا خدا بخش اور شیخ منظور احمد کی موجودگی میں پٹواری اور گرداور نے حد بندی کر کے نشان لگا دیئے تاکہ قادیانی' مسلمانوں کے قبرستان میں اپنے مردے دفن نہ کر سکیں' یہ مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی تھی' مولانا خدا بخش شجاع آبادیؒ کی چناب نگر آمد پر مولانا محمد شریف احرارؒ کو جہلم بھیج دیا گیا' موصوف نے اپنے فرائض بڑے احسن طریقے سے نبھائے گرمی' سردی' بارش' دھوپ کی پرواہ کئے بغیر خوب محنت کی' مولانا خدا بخش کی عدم موجودگی میں آر ایم کی عدالت میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے کے لئے مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ' مولانا قاضی اللہ یار خانؒ' مولانا منظور احمد شاہ حجازیؒ اور مولانا خلیل الرحمٰن تشریف لاتے رہے' یوں قادیانیت کے گڑھ چناب نگر میں شمع ختم نبوت کے پروانے جمع ہو کر ناموس رسالت ﷺ کی پاسبانی کی صدائیں بلند کرتے رہے۔

چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر محمدی مسجد کی تعمیر:

۲۵/جنوری ۱۹۷۴ء کو ریلوے آفیسران کا ایک وفد اسٹیشن پر آیا' نماز پڑھنے کے لئے مسلمانوں کی وہاں کوئی مسجد نہ تھی' انہوں نے تحریک چلائی' فیصل آباد سے حضرت مولانا تاج محمودؒ نے فیصل آباد کے مسلمانوں کو توجہ دلائی' مجاہدین ختم نبوت نے تحریک چلائی تو اہلِ اسلام نے معاونت کی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی' فنڈ کی کمی جب درپیش آتی تو ملتان مرکز تحفظ ختم نبوت سے رقم بھیج دی جاتی' مسلمانوں نے ہمت کی اور دیکھتے ہی دیکھتے جامع مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی' اس کا نام حضرت مولانا تاج محمودؒ نے ''مسجد محمدیہ اہل سنت والجماعت'' تجویز فرمایا' اس کے سائن بورڈ پر ''جاء الحق وزھق الباطل'' آیت تحریر کی گئی' مسجد کی چھت پڑ جانے کے بعد عدالت کی بجائے جمعہ بھی اسی مسجد میں ادا ہونے لگا' اس کے خطیب حضرت مولانا خدا بخشؒ مقرر ہوئے' نمازیں' اذان اور مسلمان بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک معلم' علاقہ سے تعلق رکھنے والے ایک قاری صاحب کو مقرر کیا' گویا خطیب اور امام مسجد خطیبِ پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے شہر سے تعلق رکھنے والے تھے' جنہوں نے حضرت مولانا قاضی صاحب کی نمائندگی کا حق ادا کردیا' اسی دوران حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ نے تبلیغی جماعت والوں کو توجہ دلائی' چنانچہ جماعتیں آنا شروع ہوگئیں' دین کی دعوت گھر گھر پہنچنا شروع ہوگئی' حضرت مولانا خدا بخش کا تبادلہ ملتان مرکز ہوا اور ان کی جگہ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ مخن آبادی چناب نگر دفتر کے انچارج مقرر ہوئے اور خطابت بھی مولانا موصوف کے ذمہ لگائی گئی۔ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب دامت برکاتہم نے دن رات ایک کرکے چناب نگر کے گردونواح احمد نگر' لالیاں' درکھاناں ولہ ونو کہ' عنایت پور بھٹیاں' سرووالہ' کاواں والہ' ٹھٹھی بالا راجہ لنگر مخدوم اور دیگر تمام علاقہ جات میں کام کیا' گزشتہ سالوں میں جب قادیانیوں نے چوکی والی مسجد پر قبضہ کرکے اسے شہید کرنے کا مذموم ارادہ کیا تو مولانا غلام مصطفیٰ دامت برکاتہم نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے تحریک چلائی' جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا' چناب نگر میں جلسے جلوس اور پورے ملک میں احتجاج کیا گیا' مولانا غلام مصطفیٰ اپنے رفقاء کے ساتھ انتظامیہ سے ملے اور اس حساس مسئلہ کے بارے میں آگاہ کیا' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے بھی احتجاج کیا گیا' تمام مرکزی قائدین نے دن رات ایک کرکے تحریک چلائی' پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا اور انتظامیہ کو ڈیڈ لائن دی گئی کہ اگر اس تاریخ تک مسجد آزاد نہ ہوئی اور مسلمانوں کے حوالے نہ کی گئی تو پورے ملک کے مسلمان چناب نگر کا رخ کریں گے اور حالات کی تمام تر ذمہ داری انتظامیہ پر ہوگی۔

۲۰۰۴ء میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس سے کچھ دن پہلے حکومتی اہل کاروں نے اعلان کیا کہ مسجد مسلمانوں کے حوالے کردی گئی ہے اور جو حصہ شہید کیا گیا تھا' وہ بھی تعمیر ہوگا اور مسلمان آزادی سے یہاں نمازیں ادا کریں گے' یوں قادیانیوں کے مذموم ارادے کو خاک میں ملادیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فتح نصیب فرمائی۔

چناب نگر میں پہلی بار ۲۴/ستمبر ۱۹۷۷ء کو جمعۃ الوداع کے موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا خدا بخش صاحبؒ کے دست حق پرست پر ایک مرزائی نے اسلام قبول کیا' اسی سال شوال کو احمد نگر کے حکیم غلام حسین نے اسلام قبول کیا' ۱۴/شوال جمعہ کو چناب نگر کی دو عورتوں نے اسلام قبول کیا اور پھر ریلوے اسٹیشن محمدیہ جامع مسجد کے امام کے ہاتھ پر آٹھ آدمیوں نے اسلام قبول کیا' اس وقت سے لے کر آج تک بہت بڑی تعداد میں قادیانی مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کرچکے ہیں۔ چناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی قائدین کے دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی پرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آئے دن قادیانی' مرزا غلام احمد پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کررہے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ چناب نگر میں کوئی مسلمان داخل نہیں ہوسکتا تھا' اگر کسی مسلمان کو کوئی کام ہوتا تو وہ قادیانی سے اجازت لے کر جاتا' کئی بے گناہ لوگ چناب نگر کو ملک کا ایک حصہ سمجھ کر اس میں داخل ہوتے تو ان پر تشدد کیا جاتا' بازو توڑ دیئے جاتے اور کئی کو موت کی وادی میں دھکیل دیا جاتا' لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کی محنت رنگ لائی اور وہاں مسلمان کی مسجدیں بن گئیں' اذان ہونے لگی' نماز باجماعت' جمعہ' عیدین ہونے لگیں' کسی مرزائی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ کسی مسلمان پر ہاتھ اٹھائے' رمضان المبارک میں چناب نگر میں دو جگہ پر مسلمانوں نے باجماعت نماز تراویح ادا کی' جس میں چناب نگر کے رہنے والے مسلمانوں نے بھرپور شرکت کی۔

چناب نگر میں مدرسہ ختم نبوت کے لئے زمین کا حصول:

۱۹۷۶ء کے شروع میں حضرت مولانا تاج محمودؒ نے ایک درخواست حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے نام سے دی' حضرت موصوف نے وہ درخواست فیصل آباد محکمہ ہاؤسنگ

اینڈ فیملی پلاننگ کو ارسال کی کہ ہمیں چناب نگر میں زیر تجویز رہائشی کالونی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ادارہ اور مسجد کے لئے پلاٹ دیا جائے' کچھ عرصہ کے بعد درخواست کا جواب آیا کہ آپ کی درخواست موصول ہوچکی ہے۔ ۱۹۷۶ء کے آخر میں حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب' حضرت مولانا خدا بخش صاحب اور دیگر احباب نے ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ ہاؤسنگ سے ملاقات کی اور اپنی درخواست کی یاددہانی کرائی' ڈپٹی ڈائریکٹر نے جواب دیا کہ آپ چناب نگر میں ایک ٹرسٹ قائم کریں اور اسکو رجسٹرڈ کرائیں' قانون کا ہر تقاضا پورا ہوگا تو زمین ملے گی۔

۱۵/ جون ۱۹۷۶ء کو حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ' جناب بلال زبیری مرحوم اور حضرت مولانا خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ ڈپٹی ڈائریکٹر سے ملاقات کی تو ڈپٹی ڈائریکٹر نے جواب دیا کہ: ہمیں کافی ساری درخواستیں موصول ہوئی ہیں' لیکن زمین اس کو ملے گی جس کے پاس رجسٹریشن ہوگی' حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے ڈپٹی ڈائریکٹر کو بتایا کہ ہماری جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک رجسٹرڈ شدہ ادارہ ہے' ہمارا حساب باقاعدہ گورنمنٹ کی منظور شدہ اتھارٹی آڈٹ کرتی ہے اور ہم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے پوری دنیا میں کام کرتے ہیں' ہماری درخواست بھی پہلے آئی ہے' ہمارا حق بنتا ہے' زمین ہمیں ملنی چاہئے' ڈپٹی ڈائریکٹر اس وضاحت کے بعد مطمئن ہوگیا اور کہا کہ ہماری ضلعی میٹنگ عنقریب ہوگی' آپ کی درخواست پر غور کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابرین کو وہ فراست ایمانی عطا فرمائی تھی کہ وہ حضرات اپنی دوربین نگاہوں سے آنے والے حالات کو گویا دیکھ لیتے تھے اور اس کے مطابق کام کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی کروڑ ہا رحمتیں نازل ہوں' انہوں نے اپنے فراست ایمانی سے آنے والے حالات کو بھانپ لیا تھا' دوست احباب کے طعنے اور ہر قسم کی باتیں حضرت نے برداشت کیں کہ مولانا نے جماعت کو ۱۹۶۷ء میں رجسٹرڈ کرادیا ہے' حکومت کو مداخلت کا موقع ملے گا' حساب آڈٹ ہوگا' پریشانیاں ہوں گی لیکن مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری نور اللہ مرقدہ کی فراست ایمانی مومنانہ بصیرت اور مجاہدانہ فراست نے جو کام کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص عطا تھی' چناب نگر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو پلاٹ ملنے میں یہ رجسٹریشن کام آئی اور اللہ تعالیٰ کے اس عظیم مجاہد بندے کی فراست ایمانی اس کا سبب بن گئی' اللہ تعالیٰ کروڑ ہا' ارب ہا رحمتیں نازل فرمائے ان کی قبر مبارک پر!

۲۶/ جون ۱۹۷۶ء کو مرکزی دفتر ملتان کو محکمہ ہاؤسنگ کا ایک حکم نامہ موصول ہوا' جس میں مرکزی قائدین کو آگاہ کیا گیا تھا کہ آپ کی درخواست مختلف مراحل سے گزر کر آخری اسٹیج پر پہنچ کر منظور ہوگئی ہے' آپ تشریف لائیں اور زمین کا قبضہ لے لیں' چنانچہ ۲۸/ جون ۱۹۷۶ء کو حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے چناب نگر پہنچ کر ڈپٹی ڈائریکٹر سے ملاقات کی اور جامع مسجد اور مدرسہ کے لئے ۹ کنال زمین کا قبضہ لیا۔ الحمدللہ حمداً کثیراً کثیراً۔

جامع مسجد کی زمین پر پہلی امامت:

۷/ جولائی ۱۹۷۶ء کو حضرت امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ تشریف لائے اور چناب نگر میں میں جامع مسجد کالونی کے اس پلاٹ میں عصر کی نماز پڑھائی' حضرت اقدس نے دعا فرمائی' اللہ تعالیٰ مسجد و مدرسہ کو رشد و ہدایت' تبلیغ و تعلیم کا مرکز بنائے' اس پروگرام میں ملتان مرکز سے حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ' فیصل آباد سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے عظیم رہنما حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ' مولانا فقیر محمد صاحب اور دیگر رفقاء تشریف لائے' چنیوٹ' گوجرہ' چک جھمرہ سے رضا کاروں کے قافلے پہنچے' یہ پروگرام دو گھنٹے تک جاری رہا' اس تقریب کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم دوست' رفیق سفر حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی (جو کہ جامع مسجد بلاک ۱۲ چیچہ وطنی کے خطیب بھی رہ چکے ہیں' اس وقت اسی جامع مسجد کی خطابت کے فرائض امیر ختم نبوت چیچہ وطنی مولانا محمد ارشاد انجام دے رہے ہیں) نے بھی ایک نماز پڑھی اور دعا فرمائی' یہ ان اکابرین کی دعا کا نتیجہ ہے کہ آج تک پورے ملک کے کونے کونے سے ہزاروں قافلے کانفرنس میں شرکت کرتے ہیں' اسی دن حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی کے دست مبارک سے عارضی سنگ بنیاد رکھ دی گئی تھی' اس وقت حضرت مولانا تاج محمود صاحب کے پاؤں میں چوٹ لگی ہوئی تھی اور وہ چل نہیں سکتے تھے' کار پر فیصل آباد سے تشریف لائے اور آپ کو اٹھا کر نماز کی جگہ تک لایا گیا' حضرت اقدس کا یہ خلوص دیکھ کر تمام مسلمانوں کو یقین ہوگیا تھا کہ ان بزرگوں کی خلوص بھری دعائیں ضرور رنگ لائیں گی اور اللہ تعالیٰ اس ٹکڑۂ زمین کو قیامت تک رشد و ہدایت کا مرکز بنائیں گے اور ہزاروں بھٹکے ہوئے انسان اس رشد و ہدایت کے مرکز سے فیضیاب ہوں گے' الحمدللہ! اس وقت سے لے کر آج تک سینکڑوں کی تعداد میں قادیانی اس مرکز رشد و ہدایت سے اپنے قلوب کو منور کر چکے ہیں' چناب نگر میں اس وقت ہر مسلمان کی یہی آرزو اور تمنا تھی کہ اے کاش! آج اس تقریب میں

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی ؒ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ؒ اور مولانا لال حسین اختر ؒ موجود ہوتے، یہ حضرات اس وقت موجود نہ تھے، یقیناً ان حضرات کی ارواح مبارکہ جنت الفردوس کے بلند بالا ارفع و اعلیٰ مقام پر خوش ہوں گی کہ ان کی دلی آرزو اور تمنا کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ان کے جانشین حضرت اقدس مولانا سیّد محمد یوسف بنوری ؒ موجودہ امیر مرکزیہ مرشدی حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف جو اس وقت نائب امیر تھے، ان حضرات کے عظیم دوست حضرت مولانا تاج محمود ؒ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ؒ، حضرت مولانا محمد حیات ؒ، اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی ؒ کے ہاتھوں ان حضرات کی دلی آرزو اور تمنا کو پورا کیا جا رہا تھا۔

چناب نگر میں مسلم کالونی کی بنیاد:

فیصل آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما حضرت مولانا فقیر محمد صاحب نے حضرت مولانا محمد شریف جالندھری ؒ، حضرت مولانا تاج محمود ؒ سے مسجد کے پلاٹ کے حصول کے لئے بھرپور تعاون کیا، پھر پنجاب کے تمام مسلمانوں سے اپیل کی گئی کہ وہ چناب نگر میں پلاٹ لیں، چنانچہ جو احباب محکمہ ہاؤسنگ کی شرائط کے مطابق درخواست دے سکتے تھے، انہوں نے درخواستیں جمع کروائیں اور بعد میں قرعہ اندازی کے ذریعہ ان کو پلاٹ ملے اور اس مسلم آبادی والے حصہ کا نام مسلم کالونی رکھا گیا، جہاں آج مسلمان آباد ہو چکے ہیں، اور کچھ حصے باقی ہیں، جن پر تعمیرات ہوں گی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی اس کالونی میں مدرسہ ختم نبوت کے لئے اس کالونی میں مدرسہ ختم نبوت کے سامنے سڑک کی جنوبی جانب مزید ۱۲ کنال سے زیادہ کا پلاٹ لیا ہے، جس کو سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر پارکنگ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۳/ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے سردار میر عالم خان لغاری ؒ، حضرت مولانا تاج محمود ؒ، حاجی محمد صدیق ؒ، چوہدری محمد صدیق فیصل آبادی چناب نگر (ربوہ) تشریف لائے اور مشاورت سے طے ہوا کہ جامع مسجد ختم نبوت کے اردگرد دارالعلوم ختم نبوت کی عمارت، مدرسین، عملہ کی رہائش گاہیں، لائبریری، دارالحدیث، دارالقرآن کی عمارتیں تعمیر کی جائیں گی اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے گا کہ جامع مسجد کو اس طرز پر بنایا جائے کہ دریائے چناب کے پل سے گزر کر سرگودھا جانے والے مسلمان اس مسجد کا نظارہ کر سکیں، پل پر سے ہی ان مسلمانوں کو مسجد دکھائی دے، الحمدللہ! آج ان بزرگوں کی خلوص بھری دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ ان کے مشورہ کو عملی جامہ پہنایا گیا اور مسجد کو اس طرز پر بنایا گیا کہ دریائے چناب کے پل پر سے گزرنے والے ہر مسلمان کو مسجد کا بلند و بالا مینار نظر آتا ہے، جامع مسجد کے اردگرد بہت وسیع عمارت تعمیر کی گئی ہے، عظیم الشان لائبریری اپنی مثال آپ ہے۔ فروری ۱۹۷۷ء میں مشورہ ہوا کہ اس پلاٹ کی چاردیواری کی جائے، نقشہ کے مطابق اس پلاٹ کی چاردیواری کی گئی، جنوب مشرقی جانب طلباء کرام کی رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں، کچھ عرصہ قبل شمال مشرقی جانب دو عظیم الشان دارالقرآن بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔

چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس کا آغاز:

۱۹۸۲ء میں خانہ ساز نبوت کے کفرزار میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام اس پہلی اور تاریخ ساز کانفرنس نے بلاشبہ ۱۹۳۴ء میں قادیان (بھارت) میں ہونے والی کانفرنس کی یاد تازہ کر دی، چناب نگر میں عظمت اسلام کا پرچم بلند ہوا، باطل اور قادیانیت سرنگوں ہوئی، ارتدادی ہوائیں رکنے لگیں، زندیقیت منہ چھپانے لگی، قادیانی جماعت کے سربراہ اور نام نہاد خانوادۂ مصنوعی نبوت کے چشم و چراغ نے یہاں ثابت قدم رہنے کی بجائے راہ فرار اختیار کرنے میں عافیت سمجھی اور اپنے آقا انگریز سامراج کی گود میں جا بیٹھا۔

قادیانی خوب سمجھتے ہیں کہ ان کا سربراہ اس ابتلاء و آزمائش کی گھڑی میں انہیں بے یار و مددگار چھوڑ گیا، اس طرح ان کی جھوٹی قیادت و سیادت کا بھرم بھی کھل کر سامنے آ گیا، چناب نگر ہمارے اکابرین کے اخلاص، شہدائے ختم نبوت کی قربانیوں اور مسلمانوں کی اخلاص بھری جدوجہد سے قادیانی پنجوں سے آزاد ہو گیا، اب ہر سال مسلمان اس فقید المثال کامیابی و کامرانی پر سجدہ شکر بجالانے کے ساتھ ساتھ خانہ ساز نبوت کے مکمل خاتمے کے لئے تجدید عہد بھی کرتے ہیں۔

گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ختم نبوت کانفرنس میں اندرون و بیرون ملک سے مشائخ عظام، علماء کرام اور صحافی حضرات شرکت کر رہے ہیں، چناب نگر مسلم کالونی کی یہ کانفرنس ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کانفرنس جہاں عقیدۂ ختم نبوت کو جلا بخشتی ہے، وہاں علماء دیوبند کی تمام تنظیمیں، مختلف مکاتب فکر کے رہنما، زعماء اور خطباء مسلمانوں کو اسلام کی محبت و اخوت اور رواداری اور یگانگت کا درس دے کر انہیں اسلام دشمن طاقتوں اور یہود و ہنود کی مکروہ سازشوں سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے یہ کانفرنس

مسلمانوں کے سینوں میں عشق رسالت کے چراغ روشن کرتی ہے اور وہ ناموس رسالت کے لئے تازہ ولولہ لے کر اپنے اپنے شہروں کو لوٹتے ہیں' چناب نگر کانفرنس کے ارتقاء کا دوسرا بڑا مقصد قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد سمیت تمام قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دینا ہے' تاکہ وہ مرزا قادیانی کی خود ساختہ نبوت' اس کے مضحکہ خیز دعاوی' مذہبی عقائد اور جماعتی و تنظیمی جبر واکراہ پر غیر جانبدارانہ اور حقیقت پسندانہ غور وفکر کرکے نبی آخرالزمان ﷺ پر ایمان لے آئیں اور اپنی عاقبت وآخرت سنواریں'

بہت کم لوگوں کو اس حقیقت حال کا علم ہوگا کہ چناب نگر میں بسنے والے قادیانی کس قدر مظلوم ہیں۔ قادیانی جماعت اور اس کے رہنماؤں کے وضع کردہ ضوابط' ان کے مظالم اور ذریعہ معاش کے چکر میں پھنس جانے کی وجہ سے وہ جماعتی جبر واکراہ کے مخصوص نظام کے تحت قادیانیت کے چنگل میں بری طرح جکڑ دیئے گئے ہیں کہ وہ ضمیر کے ساتھ کوئی فیصلہ کرنے میں آزاد وخود مختار نہیں' جس زمین پر سر چھپانے کے لئے انہوں نے آشیانے بنا رکھے ہیں' وہ زمین ''انجمن احمدیہ'' کی مرہون منت ہے' اب ضرورت اس امر کی ہے کہ قادیانیوں کے ذہنوں میں انقلاب کی راہیں ہموار کی جائیں' انہیں اس ظلم کے خلاف ابھارنے کے لئے نرم دلی' اخلاص اور اعلیٰ بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تیار کیا جائے' مسلمانوں کی مختلف دینی جماعتیں بالخصوص عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہر دور حکومت میں یہ مطالبہ کرتی آئی ہے کہ چناب نگر کے قادیانیوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں' تاکہ وہ آزادی رائے کا حق حاصل کرسکیں' چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا ایک اور بڑا مقصد اتحاد بین المسلمین کے جذبہ کو فروغ دینا ہے' یہ انفرادیت اسی پلیٹ فارم کو حاصل ہے کہ یہاں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے مشائخ عظام اور علماء کرام جمع ہوکر باہمی اتحاد کا عملی مظاہرہ پیش کرتے ہیں اور یہ کانفرنس فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے مثالی کردار ادا کرتی ہے' مسلکوں کی دوری کو ختم کرکے باہمی اخوت' رواداری اور ایک دوسرے کا احترام کرنے کے جذبات کو فروغ دیتی ہے' مسلم کالونی چناب نگر میں منعقد ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس درحقیقت تجدید عہد کا درجہ بھی رکھتی ہے' اسلامیانِ پاکستان سب کچھ گوارا کرسکتے ہیں' لیکن نبی آخرالزماں ﷺ کے مقابل کسی جعلی' جھوٹی' بناوٹی' اور دو نمبر والی نبوت کو برداشت نہیں کرسکتے قادیانی جماعت کو اسرائیل سمیت بھارت اور تمام اسلام دشمن طاقتوں کی سرپرستی حاصل ہے' اس وقت اسلام دشمن طاقتیں قادیانیوں کو بطور اسلحہ کے مسلمانوں کے خلاف استعمال کررہی ہیں' چنانچہ قادیانی اسلام کا لیبل لگاکر بے خبر ممالک اور سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کررہے ہیں' انہیں دشمن قوتوں کا سرمایہ اور وسائل حاصل ہیں' دنیا بھر کے لوگوں کو قادیانیوں کے ناپاک عزائم وعقائد' ریشہ دوانیوں' دجل وتلبیس سے آگاہ کرنا ضروری ہے تاکہ عالمی سطح پر فتنہ قادیانیت کے مضمرات سے آگاہی حاصل کرکے لوگوں کو صحیح صورتحال بتادی جائے' قادیانی جماعت کو چونکہ امریکا' برطانیہ اور یورپی حکومتوں کی تائید و حمایت بھی حاصل ہے' اس لئے محدود وسائل کے باوجود عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہر سال برطانیہ میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کرتی ہے۔

امسال ۶/ اگست کو جامع مسجد برمنگھم میں منعقدہ کانفرنس سے صاحبزادہ عزیز احمد' قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن' مولانا اللہ وسایا' مفتی محمود الحسن کے علاوہ انڈیا اور بنگلہ دیش کے علماء کرام نے خطاب کرتے ہوئے یورپی ممالک کو قادیانیت کے خطرناک عزائم سے آگاہ کیا اور مطالبہ کیا کہ یورپی ممالک قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں' دیگر علماء نے کانفرنس سے خطاب کیا۔

چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی' قاضی احسان احمد' مولانا محمد علی صدیقی' مولانا عزیز الرحمٰن ثانی' مولانا فقیر اللہ اختر' مولانا عبدالنعیم رحمانی' مولانا عبدالستار حیدری' حافظ محمد ثاقب' مولانا محمد اکرم طوفانی' مولانا غلام مصطفیٰ' علامہ مفتی خالد میر' مفتی راشد مدنی' مولانا محمد طیب فاروقی' مولانا عبدالرزاق مجاہد' مولانا محمد قاسم رحمانی اور مولانا اسحاق ساقی سمیت تمام مبلغین نے ملک بھر میں ہنگامی دورے شروع کردیئے ہیں' راقم الحروف ملتمس ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین' مبلغین' فدائین اور قلبی وابستگی رکھنے والے رفقاء کو چاہئے کہ وہ ۲۱' ۲۲/ ستمبر کو منعقد ہونے والی چھبیسویں سالانہ دو روزہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کی کامیابی کے لئے کمربستہ ہوجائیں اور اپنے اپنے علاقوں میں اشتہارات' اطلاعات اور اعلانات کے ذریعہ عوام الناس کو کانفرنس میں شرکت کے لئے تیار کریں۔ اس کانفرنس میں متحدہ مجلس عمل کے مرکزی قائدین' تمام مکاتب فکر کے علماء' دینی و سیاسی جماعتوں کے قائدین' ملک بھر سے مذہبی و سیاسی نمائندے اور عالمی مجلس کے مبلغین خطاب وشرکت کررہے ہیں۔

☆☆..............☆☆

حدود آرڈی نینس

کے خلاف غوغا آرائی اور اس کا پس منظر!

مولانا سعید احمد جلال پوری

آج سے ۲۷ سال پیشتر فروری ۱۹۷۹ء میں نافذ ہونے والے ''حدود آرڈی نینس'' کے خلاف سالِ رواں کے ماہ جون میں ''ذرا سوچئے'' کے عنوان سے اچانک مزاحمتی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی۔ اخبارات، مجلات اور ٹی وی میں اشتہارات، بیانات اور مذاکروں کی مد میں اس پر بے دریغ کروڑوں روپیہ صرف کیا گیا، این جی اوز اور لادین طبقہ، جو اسلام اور اسلامی احکام کے خلاف اُدھار کھائے بیٹھا تھا، ایک دم میدان میں آگیا۔ دوسری طرف ان کی حمایت وتائید میں صدر، وزیر اعظم، وفاقی وصوبائی وزرأ اور ارکان اسمبلی بھی یک زبان ہوکر بولنے لگے، ان سب کا مطالبہ تھا اور ہے کہ: حدود آرڈی نینس کو یکسر ختم کیا جائے یا کم از کم اس میں ترمیم کرکے اس کا ''زہر'' نکالا جائے۔ اس موقع پر علمأ، اربابِ دین اور دین دار مسلمانوں کا تشویش میں مبتلا ہونا ایک فطری امر تھا، کہ اچانک اور ایک دم یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہوگیا؟ اس کے پیچھے کون سی قوتیں ہیں؟ اور ان کے کیا عزائم ومقاصد ہیں؟ اگر خدانخواستہ اس تحریک کی راہ نہ روکی گئی، تو اسی طرح یکے بعد دیگرے ایک ایک اسلامی دفعات کے خلاف تحریک اٹھتی رہے گی، اور آہستہ آہستہ پاکستان سے اسلامی اقدار کا صفایا ہوجائے گا۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ آج حدود آرڈی نینس نشانہ پر ہو، کل امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس اور اس سے اگلی بار قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے قومی اسمبلی کے فیصلہ کی باری آجائے؟

اور ان سب سے فراغت کے بعد پاکستان کی اسلامی حیثیت وتشخص پر ہاتھ صاف کرکے اُسے مادر پدر آزاد ایک سیکولر ملک کا درجہ دے دیا جائے؟ جہاں نہ کسی دین ومذہب کا نام ہو، نہ شرافت، دیانت اور شرم وحیا کا!!!

بلاشبہ روزنامہ جنگ کراچی ۲۵/مئی ۲۰۰۶ء کے ادارتی نوٹ کے مطالعہ سے بھی ہمارے اس اندیشہ کو تقویت ملتی ہے کہ اس قانون میں ترمیم کو آڑ بنا کر مسلمہ دینی عقائد وایمانیات میں تحریف وتبدیلی کا آغاز کیا جائے گا، چنانچہ روزنامہ جنگ کا ادارتی نوٹ ملاحظہ ہو:

''جیو ٹی وی چینل نے ایک عرصے سے متنازع حدود آرڈی نینس پر پاکستان کے ہر مکتب فکر کے جید، معزز اور محترم علمائے دین سے رائے لینے کا سلسلہ شروع کیا ہے، جو یقیناً اس اعتبار سے قابلِ ذکر ہے کہ اس حوالے سے ملک میں شہریوں کو ان مسائل پر کھلے عام اظہارِ خیال کا موقع ملے گا، جن کو اب تک چھونے کی بھی روایت نہیں تھی۔ مذہبی امور پر اس وقت دنیا بھر میں جو صورت حال پائی جاتی ہے، جس طرح بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے تبادلہ خیال ہورہا ہے، اس تناظر میں حدود آرڈی نینس پر قومی مباحثے کا آغاز بلاشبہ ایک اہم پیش رفت ہے۔ پاکستان میں ایسی سول سوسائٹی کے قیام کے لئے ایک نمایاں کوشش ہے جہاں مذہب کو دوسروں کے حقوق کے استحصال کے لئے استعمال نہ کیا جاسکے۔ اس میں بنیادی طور پر سوچنے کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ ''ذرا سوچئے'' کی یہ تحریک ایسے معاشرے میں عقل واستدلال کا غلبہ قائم کرنے کا مثبت اقدام ہے، جہاں عقائد کے حوالے سے بھی سوچنے پر غیر اعلانیہ پابندی ہو، جہاں قبائلی، جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ تمدن نے شہریوں کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے سے محروم کررکھا ہو......''

(روزنامہ جنگ کراچی ۲۵/مئی ۲۰۰۶ء)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ فاضل اداریہ نویس نے بین السطور اس کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ:

''......''ذرا سوچئے'' کی تحریک ایسے معاشرے میں عقل واستدلال کا غلبہ قائم کرنے کا مثبت اقدام ہے، جہاں عقائد کے حوالے سے بھی سوچنے پر غیر اعلانیہ

پابندی ہو......‘‘

گویا ’’حدود آرڈی نینس‘‘ میں ترمیم و تبدیلی کا ہمالیہ اور اس کی چوٹی سر کرنے کے بعد ہمارا اگلا ہدف یا اگلا قدم‘ عقائد کی تبدیلی پر سوچنے کا ہوگا۔

بظاہر یہ ایک معمولی سا کلمہ اور ایک مختصر سا جملہ ہے‘ مگر یہ اپنے اندر کس قدر خوف ناک زہر لئے ہوئے ہے؟ بادی النظر میں شاید اس کا اندازہ کسی کو نہ ہو‘ مگر تھوڑے سے غور و فکر سے احساس ہوگا کہ آئندہ اہالیانِ پاکستان کو عقائد و ایمانیات کے معاملہ میں بھی آزادی دی جائے گی‘ اور انہیں اپنی عقل و استدلال کے زور پر صریح نصوص اور قطعی عقائد میں تبدیلی کی آزادی سے بھی نوازا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں انہیں مذہب بدلنے اور ارتداد کی آزادی سے بھی سرفراز کیا جائے گا۔

گویا اس اسلامی ملک میں اب آئندہ جو شخص اپنی عقل اور عقلی استدلال سے اسلام کو ترک کر کے عیسائیت‘ قادیانیت‘ یہودیت یا ہندو مت اختیار کرے گا‘ اس کو اس کی بھی آزادی ہوگی۔

دیکھا جائے تو زنا حدود آرڈی نینس کی منسوخی کا مطالبہ کرنے والے بھی یہی چاہتے ہیں کہ یورپی اور مغربی معاشرہ کی طرح جانوروں کی طرح انہیں سرِ عام جنسی ملاپ اور شہوت رانی کی کھلی چھٹی دے دی جائے۔ چونکہ زنا حدود آرڈی نینس ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا‘ اس لئے اس کی منسوخی کا مطالبہ کیا جارہا ہے‘ ورنہ بتلایا جائے اس کے سوا حدود آرڈی نینس کی منسوخی کے مطالبہ کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟

بلاشبہ حدود آرڈی نینس کے خلاف برپا ہونے والی تحریک کئی اعتبار سے قابلِ غور اور لائقِ توجہ ہے‘ کیونکہ جس انداز سے حدود آرڈی نینس کے خلاف ’’ذرا سوچئے‘‘ کی تحریک اور میڈیائی جنگ نے دنیا بھر میں شہرت و توجہ حاصل کی ہے یہ بلاوجہ نہیں ہے‘ ضرور اس کے پیچھے کوئی خفیہ ہاتھ اور بھیانک پروگرام ہے! ہمارے خیال میں ’’ذرا سوچئے‘‘ کی مہم‘ اس کے پس پردہ محرکات اور اسباب و وسائل کی طرف جس طرح توجہ کی جانی چاہئے تھی‘ علماء سے ہٹ کر شاید ہی کسی نے اس پر توجہ دی ہو! بلکہ ہمارے خیال میں عوام کیا‘ بہت سے پڑھے لکھے مسلمانوں کا ذہن و خیال بھی اس طرف نہیں گیا کہ ایک دم یہ تحریک کیونکر اٹھ کھڑی ہوئی؟

اس لئے کہ حدود آرڈی نینس کوئی آج نافذ نہیں ہوا‘ بلکہ آج سے ستائیس سال قبل ۱۹۷۹ء میں اس کا نفاذ ہوا‘ اس کے نفاذ کے ایک عرصہ بعد ۱۹۸۸ء تک جنرل محمد ضیاء الحق صاحب جینِ حیات رہے‘ ان کے بعد یکے بعد دیگرے غلام اسحٰق خان‘ فاروق لغاری‘ رفیق تارڑ‘ بے نظیر صاحبہ‘ نواز شریف‘ پھر مکرر بے نظیر صاحبہ اور نواز شریف صاحب برسر اقتدار رہے‘ ان کے بعد جناب جنرل پرویز مشرف صاحب مسند نشینِ اقتدار ہوئے اور ان کے اقتدار کو بھی سات سال کا طویل عرصہ گزر چکا‘ اس دوران کسی کو بھی حدود آرڈی نینس کی تبدیلی یا منسوخی کا خیال نہیں آیا اور اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نظر نہیں آئی! اسی طرح اس عرصہ میں وجود میں آنے والی اسمبلیوں اور سینیٹ نے بھی اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھائی‘ تو کیوں؟

آخر کیا وجہ ہے کہ اس سال جون میں اچانک حدود آرڈی نینس کی خرابیاں ایک ایک کر کے سامنے آنے لگیں اور سب کے سامنے اس میں تالاب کے ’’کیڑے‘‘ اُبلنے لگے؟ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ اتنا عرصہ تک پردہ خفا میں کیونکر رہا؟ اور اس ’’گندگی‘‘ پر کسی کی نگاہ کیوں نہیں گئی؟

’’اللہ بھلا کرے‘‘ روزنامہ جنگ‘ عوام‘ ڈیلی نیوز‘ دی نیوز اور جیو نشریات کا کہ انہوں نے اپنی تمام تر ’’صلاحیتیں‘‘ اس ’’نیک کام‘‘ میں صرف کرنا شروع کردیں‘ چنانچہ جہازی سائز کے اشتہارات‘ تنقیدی مضامین‘ مغرب زدہ دانشوروں کے مقالات‘ نام نہاد علماء کے مکالمے اور خبریں شائع کر کے اس کے خلاف باقاعدہ میدانِ کارزار گرم کردیا‘ اور ایسا محسوس ہونے لگا جیسے دنیا بھر کی ساری خرابیاں‘ خواتین پر ظلم و ستم کی ساری شکلیں اور انسانی حقوق کی پامالی کی ساری صورتیں اس میں ہی پنہاں ہیں! اور اس کے ازالہ کے لئے یہ ’’جہادِ مقدس‘‘ شروع کیا گیا ہے۔

ایک طرف اگر ’’ذرا سوچئے‘‘ کے عنوان سے روزنامہ جنگ‘ عوام‘ ڈیلی نیوز اور دی نیوز کے صفحات اس ’’برائی‘‘ کے خاتمہ کے لئے وقف ہوگئے‘ تو دوسری طرف ہمارے اربابِ اقتدار کا سارا ’’زورِ خطابت‘‘ بھی اس کے خلاف صرف ہونے لگا‘ اس کے علاوہ این جی اوز‘ انسانی اور خواتین کے حقوق کی نام نہاد تنظیمیں اپنے تمام ساز و سامان اور کیل کانٹوں سے مسلح ہوکر اس کے خلاف صف آرا ہوگئیں‘ اس تمام پس منظر اور پیش منظر کو سامنے رکھیے! تو اندازہ ہوگا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

اس سے پہلے کہ دال میں اس کالک کا کھوج نکالا جائے‘ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس اچانک و یکدم اٹھنے والی ’’ذرا سوچئے‘‘ کی تحریک کے کیا اسباب اور پس پردہ کیا محرکات ہیں؟ اور وہ کون سی قوتیں ہیں‘ جن کے زور پر اٹھنے والی یہ تحریک میڈیا پر چھا گئی؟

لہٰذا اس کے مطالعہ اور اس پر غور و فکر کی بھی ضرورت ہے کہ حدود آرڈی نینس کیا ہے؟ اور اس میں وہ کون سی خرابیاں‘ نقائص اور سقم ہیں جو ہمارے

ان ''مہربانوں'' کے لئے سوہانِ روح ہیں؟ اور انہیں کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتے؟ یا ہمارے ان بزرجمہروں اور ان کے آقاؤں کو مضطرب و پریشان کئے ہوئے ہیں؟ اسی طرح اس تحقیق کی بھی ضرورت ہے کہ اس میں ایسی کون سی ''غیر شرعی'' چیزیں شامل ہیں؟ جن کی وجہ سے غیر ملکی این جی اوز سے لے کر ہمارے اربابِ اقتدار طبقہ تک سب ہی آتشِ زیرپا ہیں؟

دینِ اسلام چونکہ عفت وعصمت اور پاکی و پاکیزگی کا مذہب ہے اور وہ اپنے ماننے والوں کو تقویٰ طہارت اور شرم وحیاء کی تعلیم وتلقین کرتا ہے اور ایسے تمام جرائم سے اجتناب کی تعلیم دیتا ہے جس سے معاشرہ کا امن وامان تہ و بالا ہونے کا امکان ہو' اسی طرح اسلام چونکہ شرافت و دیانت کا درس دیتا ہے' اس لئے وہ اپنے ماننے والوں کو ایسے تمام کاموں سے بھی منع کرتا ہے' جس سے معاشرہ اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہوسکتا ہو یا جن سے انسانی اخلاق کی بنیادیں متزلزل اور انسانی اقدار پامال ہونے کا اندیشہ اور خدشہ ہو۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے جرم وسزا کا فلسفہ جاری فرمایا' بلاشبہ یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ اس نے جرم کی نوعیت کو مدنظر رکھ کر اس کی مناسبت سے نرم وگرم اور ہلکی اور سخت سزاؤں کا تعین فرمایا۔

چنانچہ اسی مناسبت سے اسلامی آئین و دستور میں جرائم کی روک تھام کے لئے سزاؤں کو تین اقسام میں منقسم فرمایا گیا:

اول: حدود...... دوم: قصاص...... اور سوم: تعزیرات...... ان سب کی تعریف حسبِ ترتیب ملاحظہ ہو:

حدود:...... جن جرائم کی سزائیں شارع علیہ السلام نے بیان فرمائیں اور قرآن وسنت میں ان کو نقل کیا گیا' انہیں ''حدود'' کہا جاتا ہے' مثلاً: حدِ زنا' حدِ سرقہ' حدِ قذف اور حدِ خمر وشراب وغیرہ۔

قصاص:...... انسانی اعضا' اور اتلافِ جان سے متعلق وہ جرائم' کہ جن کی سزاؤں میں مساوات اور برابری ممکن ہو' شارع علیہ السلام نے ان کی تفصیلات بیان فرمائی ہوں اور قرآن وسنت میں ان کو نقل کیا گیا ہو' ایسے جرائم کی سزا کے اجرا' کو قصاص کہا جاتا ہے' جیسے کسی کا کان' ناک' آنکھ' ہاتھ' پیر ضائع کرنا یا کسی بے قصور انسان کا قتل کرنا وغیرہ' چنانچہ ایسے مجرم کے بھی وہی اعضا کاٹے اور تلف کئے جائیں گے' جو اس نے کسی بے قصور ومعصوم انسان کے کاٹے یا تلف کئے ہوں' اور اگر خدانخواستہ اس نے کسی کی ناحق جان لے کر اس کو قتل کردیا ہو' تو اسے بھی قصاص اور بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔

تعزیرات:...... وہ تمام جرائم' جن کی سزا کی تفصیلات شارع علیہ السلام کی زبان وحی ترجمان یا قرآنِ کریم میں مذکور نہ ہوں' ان کی سزا کے لئے وقت کے حکمران' قاضی' جج اور عدالتِ اسلامیہ کو اختیار دیا گیا ہے' چنانچہ ایسے جرائم کی روک تھام کے لئے مذکورۃ الصدر حضرات جو سزا تجویز کریں' اسے تعزیر کہا جاتا ہے اور شریعتِ مطہرہ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی' تاہم تعزیری سزا چھوٹے اور معمولی جرائم میں تھوڑی' جبکہ بڑے اور قبیح وشدید جرائم میں شدید و قبیح اور عبرتناک بھی تجویز کی جاسکتی ہے۔

زنا چونکہ بدترین جرم ہے اور قرآنِ کریم نے اُسے فاحشہ اور بدترین راہ قرار دیا ہے' اور اس سے معاشرتی قدریں پامال اور انسانی اخلاقیات کی عمارت متزلزل ہوتی ہے' اسی طرح اس سے نسلِ انسانی کی جڑیں کھوکھلی اور تباہ و برباد ہوجاتی ہیں' بہیمیت' درندگی اور شیطنت کو اس سے فروغ ملتا ہے' اس سے اسلامی معاشرہ میں بغض وعناد اور نفرت و عداوت پروان چڑھتے ہیں اور اس سے کسی شریف انسان کی بہو' بیٹی اور ماں' بہن کی عزت محفوظ نہیں رہ سکتی' اسی کے پیشِ نظر اس کی قباحت وشناعت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

''و لا تقربوا الزنا انه کان فاحشة و سآء سبیلا''

(بنی اسرائیل:۳۲)

ترجمہ:...... ''اور پاس نہ جاؤ زنا کے' وہ ہے بے حیائی اور بری راہ۔''

لیکن اگر کوئی شخص اس قبیح جرم کا مرتکب پایا جائے اور اس کا جرم' اقرار یا چار گواہوں سے ثابت ہوجائے تو بلاشبہ وہ کسی رو رعایت کا مستحق نہیں ہے۔

اگرچہ شریعت مطہرہ نے ایسے ننگِ انسانیت اور بدترین جرائم کی روک تھام کے لئے مجرموں کو کڑی اور شدید سزائیں دیئے' سنگسار کرنے اور غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں سو' سو دُرّے مارنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ: ایسے جرائم کے مرتکبین پر مسلمانوں کو ترس نہیں کھانا چاہئے' جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

''الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة و لا تأخذکم بهما رأفة فی دین اللّٰہ۔''

(النور:۲)

ترجمہ:...... ''بدکاری کرنے والی عورت اور مرد' سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سو' سو دُرّے اور نہ آوے تم کو ان پر ترس اللہ کا حکم چلانے میں۔''

اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنے کے لئے ان سزاؤں کے نفاذ کے وقت وہاں موجود اور حاضر بھی رہنا چاہئے‘ چنانچہ فرمایا گیا:

’’ولیشھد عذابھما طائفة من المومنین۔‘‘ (النور:۲)

ترجمہ:’’اور دیکھیں ان کا مارنا کچھ لوگ مسلمان۔‘‘

مگر بایں ہمہ نبی رحمت ﷺ کی تعلیم ہے کہ:

’’ادرؤا الحدود عن المسلمین مااستطعتم‘‘

(مشکوٰۃ ص:۳۱۱،بحوالہ ترمذی)

ترجمہ:......’’جتنا ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو ساقط کرنے کی کوشش کرو۔‘‘

یہی وجہ ہے کہ زنا کے ثبوت کو چار عینی گواہوں یا اقرار کے کڑے معیار کے ساتھ مشروط کیا گیا‘ اس کے علاوہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی مِلک یا نکاح کے شبہ کی غلط فہمی کی بنا پر اس جرم کا مرتکب ہوا ہو تو اس پر بھی حدِ زنا لاگو نہیں ہوگی۔

ان تفصیلات و تصریحات سے واضح ہوا ہوگا کہ زنا کی سزا میں سختی اس لئے روا رکھی گئی ہے کہ یہ بھیانک جرم فساد فی الارض کا سبب اور ذریعہ بنتا ہے۔

حدود و قصاص کا قانون آج کا نہیں‘ اور نہ ہی یہ نیا اور جدید ہے‘ بلکہ آج سے چودہ سو سال پیشتر آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں یہ مرتّب و مدوّن ہو کر نافذ ہوگیا تھا‘ اور عہدِ اسلام‘ بلکہ جب تک کرۂ ارض پر مسلمانوں کا اقتدار رہا‘ یہ قانون نافذ العمل رہا۔

لیکن شومئی قسمت! جب متحدہ ہندوستان پر بدیسی حکمران مسلط ہوگئے‘ اور ہندوستان کو برطانیہ کی نوآبادیات کا درجہ دے دیا گیا‘ تو جہاں دوسرے اسلامی احکام و قوانین کو معطل کر دیا گیا‘ وہاں حدود و قصاص ایسے عدل و انصاف اور اعتدال پر مبنی اصول و قوانین کو بھی حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔

ہندوستان سے انگریزوں کے بستر بوریا لپیٹ کر چلے جانے کے بعد‘ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انگریزی باقیات کا بھی صفایا کر دیا جاتا‘ مگر افسوس! کہ ان کے اخلاف و جانشینوں نے ان کی ’’اصلاحات‘‘ اور ان کی جاری کردہ تعزیراتِ ہند کو ’’مقدس دستاویز‘‘ سمجھ کر جوں کا توں باقی رکھا‘ اور اس پر ٹھیک اسی طرح عمل ہوتا رہا‘ جس طرح انگریزی اقتدار میں ہوتا تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ایک عرصہ تک تو یہ ملک آئین و دستور کی چھتری سے محروم رہا۔

خدا خدا کر کے جب اسے دستور و آئین کے اعزاز سے نوازا گیا تو اس میں بھی بیشتر حصہ تعزیراتِ ہند کا شامل تھا۔ ۱۹۷۳ء کا آئین اگرچہ سابقہ دستوروں سے کسی قدر جامع اور مفید تھا‘ مگر اس میں بھی حدود و قصاص کے قوانین کا اس قدر وضاحت و صراحت سے تذکرہ نہیں تھا۔

جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحبؒ جب اس ملک کی قسمت کے مالک ہوئے اور ان کو اس ملک کی اسلامائزیشن کا خیال ہوا‘ تو انہوں نے اپنے تئیں اس ملک میں بہت سے اسلامی قوانین کو آرڈی نینس کی شکل میں نافذ کرنے کی کوشش کی‘ انہیں میں سے ایک ’’حدود آرڈی نینس‘‘ بھی تھا‘ جس کے ایک حصہ کو’’زنا حدود آرڈی نینس‘‘ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ۷/ فروری ۱۹۷۹ء کو جاری اور نافذ ہونے والے اس حدود آرڈی نینس کو بعد میں دستور پاکستان کے حصہ ہفتم میں نئے باب ۳/الف کے اضافے کے طور پر شامل کر دیا گیا۔

اگر این جی اوز‘ نام نہاد مفکرین اور زنا حدود آرڈی نینس کے مخالفین تعصب کی عینک اتار کر اس کے متن کو پڑھیں تو انہیں اندازہ ہوگا کہ اس میں مردوں سے زیادہ خواتین کی عزت و عصمت کا تحفظ کیا گیا ہے۔

ہاں! وہ لادین طبقہ اور این جی اوز جو ڈالروں کی چمک اور خواہشاتِ نفسانی سے مجبور ہیں‘ یا وہ لوگ جو مادر پدر آزادی اور جانوروں کی طرح سر بازار مرد و زن کے ملاپ کی خواہش رکھتے ہیں‘ بلاشبہ یہ آرڈی نینس ان کی نظر میں سراسر ظالمانہ ہے اور اسے ختم ہونا چاہئے۔

دیکھا جائے تو حدود آرڈی نینس پر اعتراض کرنے والوں کی اکثریت‘ دین و دیانت اور علم و عمل کے اعتبار سے تہی دست ہے‘ جبکہ اس آرڈی نینس کی تیاری میں مرحوم جنرل ضیاء الحق صاحب نے ایسے دس افراد پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی تھی‘ جن میں سے ہر ایک اپنے اپنے فن اور پیشے کے اعتبار سے ماہر اور فاضل تھا‘ چنانچہ اس کمیٹی کے ممبران میں چوٹی کے علماء‘ ماہرین قانون اور ریٹائرڈ جج صاحبان بھی شامل تھے۔ یوں علماٗ کرام میں سے شریعت کورٹ کے ریٹائرڈ جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی‘ جسٹس پیر کرم شاہ ازہری‘ مولانا ظفر احمد انصاری‘ ڈاکٹر محمود احمد غازی‘ ماہرینِ قانون میں سے اے کے بروہی‘ خالد اسحاق‘ شریف الدین پیرزادہ اور ریٹائرڈ ججوں میں سے اے کے صمدانی‘ محمد افضل چیمہ اور صلاح الدین جیسے لوگ تھے۔

اگر بالفرض حدود آرڈی نینس کے خلاف اس درجہ کے لوگوں کو کوئی اشکال ہوتا تو شاید ان کی بات میں کوئی وزن بھی ہوتا' لیکن افسوس کہ حدود آرڈی نینس کے خلاف غوغا آرائی میں وہی لوگ پیش پیش ہیں' جن کا کسی اعتبار سے کوئی وزن نہیں اور نہ ہی دینی اور عملی اعتبار سے ان کا کوئی مرتبہ ومقام ہے۔

کسی قدر غور وفکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک خاص مقصد اور مخصوص نقطہ نظر کے تحت حدود آرڈی نینس کو تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور اس کے خلاف فضا بنائی جارہی ہے' تاکہ سادہ لوح عوام کو اس سے بدظن کردیا جائے اور اگر کل کلاں اس کو کلی یا جزئی طور پر منسوخ یا ختم کیا جائے تو مسلم عوام کی طرف سے اس پر کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس لئے اس آرڈی نینس کے نفاذ کے پورے ستائیس سال بعد امریکا بہادر اور اس کے حواریوں کے ایماء پر اس میں کیڑے نکالنے کی مہم پروان چڑھ رہی ہے۔

اگر چہ ملک بھر کے علماء' دین دار طبقہ اور باشعور عوام نے اپنے تئیں اس کے دفاع میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتی' چنانچہ اس کے حق میں اخباری بیانات' مذاکرے' مضامین اور مکالمات کا سلسلہ تاحال جاری ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ امریکا بہادر کے تعاون سے حدود آرڈی نینس کے خلاف جاری پُرزور مہم اور اس پر اعتراضات واشکالات کی بوچھاڑ و یلغار کے مقابلہ میں علماً کی دفاعی کوششوں کی حیثیت آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ سے کچھ زیادہ نہیں ہے' تاہم ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ فتح حق کی ہوگی اور باطل کا منہ کالا ہوگا۔

دیکھا جائے تو اس وقت پاکستان مسائل کی پٹاری ہے اور وہ اپنے قیام کے ۶۰ سالہ طویل عرصہ کے بعد بھی تاہنوز نومولود ہے۔ اس کے ساتھ یا اس کے بعد آزاد ہونے والے ممالک ترقی کی رفتار میں اس سے کہیں آگے نکل گئے ہیں' ان ممالک کی معیشت واقتصاد کا معاملہ ہو یا عدل وانصاف کے حصول کا مسئلہ! وہ ہر میدان میں کسی ترقی یافتہ ملک سے پیچھے نہیں' مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک پاکستان اپنے قیام کے مقصد کو نہیں پاسکا' بلکہ اس کے سیاہ وسفید کے مالک ابھی تک یہی فیصلہ نہیں کرسکے کہ یہ ملک کیوں بنایا گیا تھا؟ اس کے قیام کے مقاصد کیا تھے؟ اور ہمارے بزرگوں نے آگ وخون کے سمندر کیوں عبور کئے تھے؟ اس ملک کا قانون ودستور کیا ہونا چاہئے؟ یہاں حکومت واقتدار کن لوگوں کا حق ہے؟ یہاں کا قانون اسلامی و شورائی ہوگا یا مغربی و جمہوری؟ یہ ملک اسلامی اقدار کا محافظ ہوگا یا مغربی اطوار کا؟ یہاں کا طرز زندگی اسلامی مساوات پر مبنی ہوگا یا طبقاتی اتار چڑھاؤ پر؟ اس ملک کی قیادت کے اہل کن اوصاف کے حامل ہوں گے؟ کون کون لوگ اس کی قیادت وحکومت کے لئے نااہل ہوں گے؟ یہاں عوام' عدلیہ' انتظامیہ اور فوج کا کیا کردار ہوگا؟ اور ان کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوں گی؟ اور جو اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کے مرتکب پائے جائیں گے' انہیں کن عواقب ونتائج کا سامنا کرنا ہوگا؟

اخبارات' میڈیا' جرائد اور رسائل اٹھا کر دیکھئے تو نظر آئے گا کہ ملک میں ہر طرف محرومیوں کا راج اور طبقاتی کشمکش کا دور دورہ ہے' چنانچہ اس ملک کا ایک طبقہ شاہی ٹھاٹ باٹ سے زندگی گزار رہا ہے' تو دوسرا نان شبینہ کا محتاج ہے' اسی طرح ایک طرف اگر ملک کا اشرافیہ ملکی خزانہ سے اپنے کچن سے لے کر اسمبلی تک کی تمام ضروریات وآسائشوں کے حصول کو اپنا حق سمجھتا ہے' تو دوسری جانب وہی طبقہ مجبور ومقہور عوام کو سر چھپانے کے لئے مکان' پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور پینے کے لئے صاف پانی کی بنیادی ضروریات اور مفت علاج ومعالجہ کی سہولت فراہم کرنے کا بھی روادار نہیں ہے۔

ایک طرف اگر طبقہ اشرافیہ کے لئے فلک بوس شاہی محلات ناکافی ہیں تو دوسری طرف غریب کے سر چھپانے کی جھونپڑی بھی ناقابل برداشت ہے' یہی اشرافیہ اور طاقت ور طبقہ اگر کسی قانون شکنی کا مرتکب ہو تو قانون آنکھیں بند کرلیتا ہے' لیکن اس کے برعکس مظلوموں اور مقہوروں کے خلاف ملکی قوانین' عدلیہ اور انتظامیہ یک دم حرکت میں آجاتی ہیں' بتلایا جائے کہ ہوش وحواس اور عقل وخرد رکھنے والی عوام اس منافقت اور دوغلے پن پر خاموش رہے گی؟ کیا عوام انسان نہیں؟ یا ان کے کوئی انسانی حقوق نہیں؟ کیا انہیں اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق نہیں؟ یا انہیں اپنے خلاف کئے جانے والے ان ناروا اقدامات پر احتجاج کا حق نہیں ہے؟

چاہئے تو یہ تھا کہ ہمارے ارباب اقتدار ملکی اساس اور قیام پاکستان کے مقاصد پر توجہ دیتے اور موجودہ صورت حال کے ذمہ دار' نافذ غیر اخلاقی' غیر انسانی اور خالص مغربی قوانین وتعزیرات کو تبدیل کرتے اور اس کی جگہ اسلامی قوانین کو نافذ کرکے مسلمانوں کو اس کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کرتے' مگر اے کاش! ایسا نہ ہوسکا' شاید اس لئے کہ ایسا کرنے سے طبقہ اشرافیہ کے مفادات متاثر ہوتے' ان کی بے جا خواہشات کے منہ زور گھوڑے کا راستہ رکتا تھا' اس لئے انہوں نے انگریز کے نافذ کردہ قوانین وتعزیرات کو جوں کا توں قبول کیا' اور اسے مقدس دستاویز کا درجہ دے کر اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا' اس کے برعکس اگر غلطی سے کسی حکمران نے چاہے

ناکافی ہی سہی‘ کسی قسم کی اسلامی دفعات نافذ کردیں‘ تو ان کو تنقید و ملامت کا ہدف بنایا گیا‘ صرف یہی نہیں بلکہ گزشتہ چودہ سو سال سے نافذ اسلامی قوانین کو ظالمانہ‘ غیر متوازن اور موجودہ دور سے میل نہ کھانے والے کہہ کر ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ حدود آرڈی نینس کے خلاف غوغا آرائی کا جائزہ لیا جائے تو اس کے پس منظر میں بھی وہی اشرافیہ اور اس کے مفادات ہیں‘ جن پر ٹھیس انہیں برداشت نہیں‘ کیونکہ حدود آرڈی نینس کے ہوتے ہوئے نائٹ کلب‘ قحبہ گری‘ چکلا بازی اور شراب و کباب کی محفلیں سر عام گرم نہیں ہوسکتیں‘ اور عیاشی و بدمعاشی کو بھی فروغ نہیں مل سکے گا۔

اس لئے ہم حدود آرڈی نینس کے خلاف محاذ کھولنے والے اخبارات‘ نشریاتی اداروں‘ ارباب اقتدار‘ این جی اوز اور ان کے سرپرستوں سے پوچھنا چاہیں گے کہ کیا نان شبینہ کی محتاج قوم‘ سر چھپانے کو جھونپڑی سے محروم اور ظلم و ستم کی چکی میں پستی مظلوم عوام کے سارے مسائل حل ہوچکے ہیں؟ کیا ان کو پانی‘ بجلی‘ گیس اور علاج معالجہ کی ساری سہولتیں مہیا ہوچکی ہیں؟ اور ان کی تعلیم و ترقی کے سارے مراحل طے پاچکے ہیں کہ اب حدود آرڈی نینس جیسے عدل و انصاف پر مبنی قانون کے خلاف کروڑوں کا سرمایہ خرچ کیا جارہا ہے؟ اگر نہیں‘ تو انہیں ہوش کے ناخن لیتے ہوئے ان اہم مسائل کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

جہاں تک دین و شریعت اور اسلامی اصول و قوانین کی بات ہے‘ یہ ان کا نہیں‘ علماً کا میدان ہے‘ ان کو یہ کام سپرد کریں اور خود اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ
واصحابہ اجمعین

☆☆..........☆☆

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے نومنتخب اراکین

کوئٹہ (رپورٹ: حافظ خادم حسین) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے آئندہ تین سال کے انتخابات دفتر ختم نبوت کوئٹہ میں منعقد ہوئے‘ جن میں اراکین شوریٰ و عاملہ اور کارکنان مجلس کی کثیر تعداد نے شرکت کی‘ متفقہ طور پر مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے: امیر حضرت مولانا عبدالواحد خطیب جامع مسجد قندھاری‘ نائب امیر اوّل حضرت مولانا قاری عبداللہ منیر خطیب جامع مسجد سنہری‘ نائب امیر دوم حاجی سیّد شاہ محمد آغا‘ ناظم تبلیغ حضرت مولانا قاری عبدالرحیم رحیمی خطیب گول مسجد سیٹلائٹ ٹاؤن‘ ناظم اعلیٰ حاجی تاج محمد فیروز‘ نائب ناظم حاجی خلیل الرحمٰن‘ ناظم رابطہ قاری محمد حنیف خطیب جامع مسجد طوبیٰ‘ ناظم مالیات حاجی زاہد رفیق‘ نائب ناظم مالیات حاجی محمد اشرف مینگل‘ ناظم دفتر حاجی نعمت اللہ خان‘ لائبریری انچارج عبدالصمد بلوچ‘ ناظم ریکارڈ حاجی سیّد گل محمد آغا۔

صوبائی شوریٰ کے نومنتخب ارکان کے نام یہ ہیں: مولانا انوارالحق حقانی خطیب جامع مسجد مرکزی‘ شیخ الحدیث مولانا سیّد عبدالستار شاہ مہتمم مدرسہ رحیمیہ‘ مولانا قاری مہر اللہ مہتمم مدرسہ مرکزی تجوید القرآن‘ شیخ الحدیث مولانا عبدالباقی مدرسہ مفتاح العلوم‘ مفتی سیف الرحمٰن نواں کلی‘ مولانا محمد شفیع نیاز خطیب جامع مسجد سراج‘ مولانا حافظ محمد یوسف خطیب جامع مسجد اقصیٰ‘ مولانا عبدالقدوس خطیب جامع مسجد چلتن مارکیٹ‘ مولانا امان اللہ مینگل مہتمم مدرسہ رحمانیہ دشت سپریڈنٹ‘ مولانا محمد یٰسین خطیب جامع مسجد بسم اللہ‘ مولانا نورالدین ہاشمی‘ حاجی عبداللہ جان مینگل‘ حاجی چوہدری محمد طفیل احرار‘ حاجی سیّد سراج آغا‘ الحاج حاجی محمد نعیم رئیسانی‘ مولانا عبدالرزاق خطیب جامع مسجد کباڑی‘ حاجی عبدالعزیز چمن‘ حاجی عبدالرشید چمن‘ مولانا عبدالمالک شاہ مچھ‘ حاجی مقبول صاحب‘ مولانا عطاء اللہ سبی‘ حاجی محبت خان باروزئی سبی‘ حاجی گل حسن گجر ڈیرہ مراد جمالی‘ مولانا ممتاز احمد خطیب جامع مسجد لورالائی‘ حاجی خواجہ محمد اشرف لورالائی‘ مولانا اللہ داد کاکڑ ژوب‘ حاجی شیخ غلام حیدر ژوب‘ حاجی محمد اکبر ژوب۔

صوبائی مجلس عاملہ درج ذیل نومنتخب ارکان پر مشتمل ہے: مولانا عبدالرحمٰن خطیب جامع مسجد شالدرہ‘ مولانا قاری محمد اسلام حقانی‘ مولانا عبدالقیوم مشوانی خطیب جامع مسجد شہباز ٹاؤن‘ مفتی عنایت اللہ نائب خطیب جامع مسجد کباڑی‘ مفتی عبدالصمد خطیب جامع مسجد طیب‘ حاجی عبدالسلیم جامع مسجد ابوبکر صدیق‘ حاجی محمد اسلم خان متولی جامع مسجد سراج‘ میاں محمد عرفان جامع مسجد عمر‘ کونسلر سردار صفدر زمان‘ ڈاکٹر حبیب اللہ سیٹلائٹ ٹاؤن‘ سجاد حیدر‘ عبدالخالق‘ محمد زبیر‘ عتیق الرحمٰن‘ حاجی عبدالمتین‘ ناظم امیر اسلم رند‘ سابق کونسلر محمد الیاس‘ حاجی رشید الزمان‘ سیّد دوست محمد عرف ملنگ‘ سیّد عنایت شاہ‘ غازی عبدالرحمٰن‘ سیّد ریحان زیب شاہ‘ حبیب اللہ کاکڑ‘ حاجی افتخار بابر‘ حاجی محمد عارف بھٹی‘ محمد نواز۔

مشیران قانونی میں الحاج چوہدری محمد رفیق ایڈووکیٹ‘ زاہد مقیم انصاری ایڈووکیٹ‘ چوہدری ممتاز یوسف ایڈووکیٹ‘ ناصر خان کاسی ایڈووکیٹ اور سیّد اشفاق ایڈووکیٹ شامل ہیں۔

آخری قسط

مرزا غلام احمد قادیانی کے مالی معاملات

ڈاکٹر سید راشد علی

اب یہ بیان دوبارہ پڑھیں:

''اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مہدی مسعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اپنی زندگی میں اپنے اہل وعیال اور اقارب کو اسی آمد میں سے خرچ دیتے تھے جو جماعت کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش ہوتی تھی یا کسی اور سبیل سے؟ یہ بات ہر ایک فرد جانتا ہے کہ حضور علیہ...... اسی آمد سے خرچ دیا کرتے تھے' پس آپ کے بعد انجمن (احمدیہ قادیان) کا یہ فرض ہے کہ ان کو اسی آمد میں سے اسی انداز پر دیں جس طرح حضرت مسیح موعود دیتے تھے' کیونکہ انجمن' مسیح موعود سے بڑھ کر امین نہیں ہوسکتی۔'' (اظہار حقیقت ص ۱۳ مورخہ ۲۸/نومبر ۱۹۳۱ء شائع کردہ انجمن انصاراللہ قادیان)

سبحان اللہ! کیا امانتداری ہے؟ گویا کہ انکم ٹیکس بچانے کے لئے مرزا صاحب نے عدالت عالیہ میں جھوٹا حلف نامہ داخل کیا۔

کمائی کے مختلف انداز' چندے کا اشتہار:

''قوم کو چاہئے کہ ہر طرح سے اس سلسلے کی خدمت بجالائے' مالی طور پر بھی خدمت کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے' دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ چندے کے بغیر نہیں چلتا...... پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے' اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیں تو بھی بہت کچھ ہوسکتا ہے' ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔''

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار ''بدر'' مورخہ ۹/جولائی ۱۹۰۳ء)

یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں' بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں' یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں' مجھے خدا نے بتلایا ہے میرا انہی سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں' جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں' مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدائے تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں' سو ہر ایک شخص کو چاہئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے سے عہد کرکے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے...... اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلے کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہیں آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا...... اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کرکے تین ماہ تک چندہ بھیجنے سے لاپرواہی کی تو اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا......

المشتہر:...... مرزا غلام احمد قادیانی''

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۴۶۸)

مریدوں سے چندہ اور مرزا صاحب کی خانگی زندگی:

مندرجہ ذیل گفتگو خواجہ کمال الدین' سید سرور شاہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے مابین ہوئی جب وہ چندے کے لئے گجرات یا کڑیانوالہ جانے کے لئے تانگے میں سوار تھے' خواجہ صاحب نے بیان کیا:

''پہلے ہم اپنی عورتوں کو یہ کہہ کر کہ انبیاؑ اور صحابی جیسی زندگی اختیار کرنی چاہئے کہ وہ کم اور خشک کھاتے

اور خشک پہنتے تھے اور باقی بچا کر اللہ کی راہ میں دیا کرتے تھے، اسی طرح ہم کو بھی کرنا چاہئے۔ غرض ایسے وعظ کر کے کچھ روپیہ بچاتے تھے اور پھر وہ قادیان بھیجتے تھے، لیکن جب ہماری بیبیاں خود قادیان گئیں، وہاں پر رہ کر اچھی طرح وہاں کا حال معلوم کیا تو واپس آ کر ہمارے سر چڑھ گئیں کہ تم بڑے جھوٹے ہو، ہم نے تو قادیان جا کر خود انبیائؑ اور صحابہ کی زندگی کو دیکھ لیا ہے، جس قدر آرام کی زندگی اور تعیش وہاں پر عورتوں کو حاصل ہے، اس کا تو عشر عشیر بھی باہر نہیں، حالانکہ ہمارا تو روپیہ اپنا کمایا ہوا ہوتا ہے اور ان کے پاس جو روپیہ جاتا ہے وہ قومی اغراض کے لئے قومی روپیہ ہوتا ہے، لہٰذا تم جھوٹے ہو جو جھوٹ بول کر اس عرصہ دراز تک ہم کو دھوکا دیتے رہے ہو اور آئندہ ہم ہرگز تمہارے دھوکا میں نہ آویں گے۔ پس اب وہ ہم کو روپیہ نہیں دیتیں کہ ہم قادیان بھیجیں...... میں خود واقف ہوں اور پھر بعض زیورات اور بعض کپڑوں کی خرید کا مفصل ذکر کیا جو (مرزا صاحب کی) بیگم کے لئے خریدے گئے۔'' (کشف الاختلاف ص ۱۳ مصنفہ سرور شاہ قادیانی)

''لدھیانہ کا ایک شخص تھا جس نے ایک دفعہ مسجد میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ کے سامنے کہا کہ جماعت مقروض ہو کر اور اپنی بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ میں روپیہ بھیجتی ہے، مگر یہاں بیوی صاحبہ کے زیورات اور کپڑے بن جاتے ہیں اور ہوتا ہی کیا ہے؟'' (خطبہ میاں محمود خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۳۸ء جلد ۲۶ نمبر ۲۰۰ ص ۷)

''سب سے بڑا اعتراض جو اس (ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب) نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر کیا، وہ مال کے متعلق تھا کہ لوگوں سے روپیہ لیتے ہیں اور جس صاحب نے کہا کہ تم قادیان جاتے ہو، میرا ایک پیغام مرزا صاحب کو دے دینا کہ مجھے اپنی آمدنی کا حساب دیں...... پبلک کا روپیہ فضول خرچ ہو رہا ہے، کہاں کہاں روپیہ خرچ ہوتا ہے؟...... میں قادیان پہنچا۔...... مولوی صاحب کو جواب دے دیا ہے کہ ہمارے پاس خدا کے لئے روپیہ آتا ہے اور خدا کے لئے ہی ہم خرچ کر دیتے ہیں، ہم نے کوئی حساب نہیں رکھا۔'' (قادیانی روایات مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۱۰۱ جلد ۳۴ مورخہ ۲۸/اگست ۱۹۴۶ء)

قادیانیت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل اور فریب کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔ اس کے بانی کا مقصد ہی پیسہ کمانا تھا اور آج بھی قادیانی جماعت اپنے نام نہاد نبی کی اسی سنت پر عمل پیرا ہے۔ اس جماعت میں چندوں کی بھرمار ہے

طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں...... اپنی کتابوں کے شائع کرنے کے لئے چندے جمع کر لیتے ہیں اور جس طرح ہو سکتا ہے مکر و فریب کر کے لوگوں سے مال جمع کر لیتے ہیں اور اسے جس طرح چاہتے ہیں جا و بے جا صرف کرتے ہیں، کوئی حساب نہیں۔'' (اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۵۴ ص ۷ مورخہ ۲۰/جنوری ۱۹۲۱ء)

حساب کتاب میں گڑبڑ:

''مولوی (محمد حسین بٹالوی) ''حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے گھر میں بہت اظہار رنج فرمایا ہے کہ باوجود میرے بتانے کے کہ خدا کا منشا یہی ہے کہ میرے وقت میں لنگر کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں رہے اور اگر اس کے خلاف ہوا تو لنگر بند ہو جاوے گا، مگر یہ خواجہ وغیرہ ایسے ہیں کہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ لنگر کا انتظام ہمارے سپرد کر دو اور مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔'' (کشف الاختلاف ص ۱۴ مصنفہ سرور شاہ قادیانی)

مرزا صاحب کے متعلق مریدوں کا حسنِ ظن:

مالی معاملات میں بے قاعدگیوں' لنگر خانے کی بدانتظامی اور مرزا صاحب کے بے جا گھریلو اخراجات کے متعلق ایک موقع پر خواجہ کمال الدین نے غصہ میں مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

''یہ کیسی غضب کی بات ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ قوم کا روپیہ کس محنت سے جمع ہوتا ہے اور جن اغراض قومی کے لئے وہ اپنا پیٹ کاٹ کر روپیہ دیتے ہیں' وہ روپیہ ان اغراض میں صرف نہیں ہوتا بلکہ بجائے اس کے (مرزا صاحب کی) شخصی خواہشات میں صرف ہوتا ہے' اور پھر روپیہ بھی اس قدر کثیر ہے کہ اس وقت جس قدر قومی کام آپ نے شروع کئے ہوئے ہیں اور روپیہ کی کمی کی وجہ سے پورے نہیں ہوسکتے اور ناقص حالت میں پڑے ہوئے ہیں' اگر یہ لنگر کا روپیہ اچھی طرح سے سنبھالا جائے تو اکیلے اسی سے وہ سارے کام پورے ہوسکتے ہیں۔'' (کشف الاختلاف ص ۱۵)

''خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقعہ پر جو عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا' مولوی محمد علی سے کہا کہ حضرت (مرزا) صاحب! آپ تو بڑے عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ گھٹا کر چندہ دو' جس کا جواب مولوی محمد علی نے یہ دیا کہ: ہاں! اس کا انکار تو نہیں ہوسکتا مگر بشریت ہے۔'' (میاں محمود کا خط بنام مولوی نورالدین مندرجہ حقیقت اختلاف از مولوی محمد علی صاحب ص ۵۳)

مرزا صاحب کا مریدوں پر غصہ ہونا:

''جو شخص کچھ دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے' ایسا حملہ قابل برداشت نہیں..... میں ایسے لوگوں کو مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں' میں تاجر نہیں ہوں کہ کوئی حساب رکھوں' میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔'' (مرزا غلام احمد قادیانی کا ارشاد مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۳۱/ مارچ ۱۹۰۵ء ملفوظات جلد ۷ ص ۳۲۵)

''آپ (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب' مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ مولوی محمد علی نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہوتا ہے' باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے؟ اور گھر میں آکر آپ (مرزا صاحب) نے بہت غصہ ظاہر کیا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں؟ ان کو روپیہ سے کیا تعلق؟ اگر آج میں الگ ہوجاؤں تو سب آمدن بند ہوجائے۔'' (میاں محمود کا خطب بنام مولوی نورالدین' مندرجہ حقیقت اختلاف مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ص ۵۲)

قادیان کی ترقی کا مرزائی تخیل اور مریدوں کو ترغیب:

''ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا ہے اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے' اونچی اونچی دو منزلی' چومنزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازاروں کو رونق ہوتی ہے' بیٹھے ہیں اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔'' (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۳/ اپریل ۱۹۰۲ء)

مگر افسوس! مرزا صاحب کا یہ خواب آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا!!

بہشتی مقبرہ...... پیسے بٹورنے کا نیا ہتھکنڈا:

''تو خدا نے مجھے وحی کی اور ایک زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ وہ زمین ہے جس کے نیچے جنت ہے۔ پس جو شخص اس میں دفن کیا گیا وہ جنت میں داخل ہوا اور وہ امن پانے والوں میں سے ہے۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۶۷۵)

بہشتی مقبرے میں تدفین کی شرائط:

☆...... پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے۔

☆...... دوسری شرط یہ ہے کہ پوری جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسبِ ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق اور کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ وہ اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔

☆...... تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔(الوصیت' روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۳۱۶'۳۷۱)

''حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے جو وصیت نہیں کرتا وہ منافق ہے' اور وصیت کا کم از کم چندہ ۱/۱۰ حصہ مال رکھا ہے۔'' (منہاج الطالبین مجموعہ تقریر مرزا محمود ص ۱۶)

گویا مرزا صاحب کے نزدیک اس نام نہاد بہشتی مقبرے میں داخلے کے لئے سب سے اہم چیز پیسہ تھی' جو پیسہ دے گا' وہ جنت میں داخل ہوگا' پھر تیسرے نمبر پر تقویٰ کا ذکر ہے' جو غریب ہو' اگرچہ متقی ہی کیوں نہ ہو' وہ تو مارا گیا۔ سبحان اللہ! اگر کوئی حق کا متلاشی ہے تو یہی ایک چیز قادیانی تحریک کا پول کھولنے کے لئے کافی ہے۔

پیسہ' پیسہ' اور پیسہ! یہی وجہ تھی کہ مرزا صاحب انگریز سامراج کے ہاتھوں کھلونا بنے اور ان کے مذموم عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

مرزا قادیانی کی کہانی' اس کی اپنی زبانی:

۱۹۰۷ء میں اپنی عمر کے اختتام پر مرزا صاحب اپنی گزشتہ زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے بڑے مطمئن انداز میں فرماتے ہیں:

''ہماری معاش اور آرام کا تمام مدار ہمارے والد صاحب کی محض ایک مختصر آمدنی پر منحصر تھا اور بیرونی لوگوں میں سے ایک شخص بھی مجھے نہیں جانتا تھا اور میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے گاؤں میں زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا' پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیش گوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی جس کا شکریہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں' مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے' مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا ہے اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے' اس نے ایسی میری دست گیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔'' (حقیقت الوحی' روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۲۲۰ مصنف مرزا غلام احمد قادیانی)

گویا مرزا صاحب نے خود ہی اپنی ساری زندگی کا خلاصہ نہایت مناسب انداز میں بیان کردیا۔ قادیانیت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل اور فریب کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔ اس کے بانی کا مقصد ہی پیسہ کمانا تھا اور آج بھی قادیانی جماعت اپنے نام نہاد نبی کی اسی سنت پر عمل پیرا ہے۔ اس جماعت میں چندوں کی بھرمار ہے۔

مسلمانوں کی مجبوری' غربت' افلاس' جہالت اور قادیانیت سے ناواقفیت سے فائدہ اٹھا کر قادیانی جماعت ترغیب وتحریص کے مختلف ہتھکنڈوں سے ان کو اپنے جال میں پھانسنے میں مصروف ہے

مسلمانوں کی مجبوری' غربت' افلاس' جہالت اور قادیانیت سے ناواقفیت سے فائدہ اٹھا کر یہ جماعت ترغیب وتحریص کے مختلف ہتھکنڈوں سے ان کو اپنے جال میں پھانسنے میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس فتنہ سے اپنی پناہ میں رکھے اور قادیانی جماعت کے چنگل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو حق و باطل میں تمیز کرنے کی توفیق عطا فرما کر ان کو دائرہ اسلام میں واپسی کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین۔ (ختم شد)

☆☆...............☆☆

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستارؒ

مورخہ ۱۲/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ مطابق ۸/ جولائی ۲۰۰۶ء ہفتہ اوراتوار کی درمیانی شب' تقریباً رات دس بجے خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ' حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ' حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ کے تلمیذ رشید' اکابر علماء دیوبند کے علوم و معارف کے جانشین' صلحائے امت: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ کے مسترشد' امام القراٗ حضرت مولانا قاری فتح محمدؒ ' زاہد وقت حضرت مولانا علی مرتضٰی گدائی شریف اور حضرت صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی قدس اللہ اسرارہم کے خلیفہ مجاز' جامعہ خیر المدارس ملتان کی مسند افتاء کے صدر نشین اوراستاذِ حدیث حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالستار قدس سرہ معمولی علالت کے بعدراہی عالم آخرت ہوگئے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔ ان للـہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شئی عندہ باجل مسمیٰ۔

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحبؒ نے ۱۹۳۰ء میں فیصل آباد کے مضافات میں ایک دین دار گھرانے میں آنکھ کھولی' ابتدائی تعلیم اور حفظ و ناظرہ کی تکمیل مقامی طور پرہوئی۔ درس نظامی کے لئے آپ نے ابتدائی طور پر مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد فیصل آباد میں داخلہ لیا' جہاں دوسال میں آپ نے ابتدائی فارسی سکندر نامہ' صرف ونحو سے لے کر کافیہ' کنز الدقائق' اصول الشاشی' ہدایہ' شرح وقایہ' مختصر المعانی' دیوان حماسہ اور متنبی تک کی تعلیم مکمل فرمائی۔ مدرسہ اشاعت العلوم کے شفیق اساتذہ میں سے حضرت مولانا غلام فریدؒ چونکہ خیر المدارس کے قدیم فضلاء میں سے تھے' انہوں نے نہایت محبت' شفقت اور محنت سے آپؒ کو دو سالوں میں اتنی کتابیں پڑھادیں کہ جب سالانہ امتحان کے لئے حضرت مولانا محمد انوری نور اللہ مرقدہٗ امتحان لینے آئے تو نہایت تعجب کا اظہار فرمایا کہ اس قدر مختصر عرصہ میں اتنی

مولانا سعید احمد جلال پوری

ساری کتب کیسے مکمل ہوگئیں؟ بہرحال اس میں جہاں حضرات اساتذہ کا خلوص واخلاص شامل تھا' وہاں ہونہار شاگرد کے اخذ واستفادہ کا بھی بڑا دخل تھا۔

اس سے اگلے سال غالباً ۱۳۶۸ھ میں آپ کی تعلیم کا تیسرا سال تھا اور مشکوٰۃ کا درجہ تھا' اس سال کی تعلیم اور داخلہ کی روئیداد خود حضرت مفتی صاحبؒ کی زبانی کچھ یوں ہے:

"بعدازاں استاذ محترم حضرت مولانا غلام فرید رحمہ اللہ کے مشورہ کے مطابق آئندہ سال کے لئے خیر المدارس میں داخلے کا طے ہوا' موصوف نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے داخلے کی منظوری بذریعہ خط حاصل کرلی تھی' حضرت نے تحریر فرمایا تھا کہ "امیدوارانِ داخلہ ۶/ شوال کو پہنچ جائیں۔" خیر المدارس کے قواعد وضوابط کی سختی پہلے سے سن رکھی تھی' خیال ہوا کہ اگر ۵/ شوال کی شام کو پہنچوں تو ہوسکتا ہے کہ ایسے وقت میں پہنچنا ہو کہ دفتر بند ہو چکا ہو اور بے وقت پہنچنے کی وجہ سے سابقہ اجازتِ داخلہ منسوخ کردی جائے' اس اندیشے کے پیش نظر ۵ اور ۶ کی درمیانی شب راتوں رات سفر کرکے صبح تقریباً ۶/ ۷ بجے خیر المدارس میں حاضری ہوئی' حسب ضابطہ کارروائی کے بعد الحمدللہ! مشکوٰۃ شریف کی جماعت میں داخلہ مل گیا' ہدایہ اولین کا امتحان حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے خود لیا۔

اس وقت مدرسہ میں تین مقدس ہستیاں موجود تھیں جو خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:

۱:..... حضرت اقدس مولانا خیر محمد نور اللہ مرقدہٗ

۲:..... حضرت اقدس' شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ (سابق صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور' تلمیذِ خاص حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری وشیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہم) یہ دونوں حضرات فرشتہ

صورت، فرشتہ سیرت اور جامع کمالات علمیہ و عملیہ تھے، جن کی زیارت سے ہی ایمان، یقین، عمل، اخلاص اور اتباع سنت کی دولت نصیب ہو جاتی تھی، یہ دونوں حضرات، حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

۳:...... میری عظیم محسن، سیّدی حضرت مفتی محمد عبداللہ نور اللہ مرقدہ، حضرت مفتی صاحب موصوف اس وقت عالم شباب میں تھے، آپ حضرت مدنی قدس سرہ کے تلمیذ خاص اور آپ کی اتباع میں کھدر پوش تھے۔

ان اکابر اور دیگر اساتذہ کی وجہ سے خیرالمدارس کی فضا عجیب پُرانوار و برکات تھی، بندہ نے اپنی حالت میں مدرسہ میں حاضری کے بعد خاصا تغیر محسوس کیا، اطمینان و یقین حاصل ہوا، دوران سال بہت خواہش رہی کہ جیسے حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے پاس سبق میں حاضری کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے، کاش! ایسے ہی ایک سبق حضرت مولانا کامل پوریؒ کے پاس بھی ہوتا، یہ دل کی آرزو تھی جو آخر تک بر نہ آسکی، لیکن اطمینان تھا کہ انشاء اللہ آئندہ سال دورۂ حدیث میں ترمذی شریف کا سبق حضرت کامل پوریؒ کے پاس ہی ہوگا ہی۔" (مختصر حالات حضرت مفتی صاحبؒ مندرجہ سوانح فتحیہ ص: ۴۰۷، ۴۰۸)

آپ کی تعلیم کا چوتھا سال آپ کے دورۂ حدیث کا سال تھا، اسلئے آپ نے دورۂ حدیث کیلئے اشرف العلوم ٹنڈوالہ یار کا انتخاب کیا جہاں اس وقت کے اکابر و اساطین علم و فضل جمع تھے اور بلاشبہ اسے دیوبند ثانی کا درجہ حاصل تھا، چنانچہ بخاری شریف جلد اول اور ترمذی شریف حضرت کاملپوریؒ سے، صحیح مسلم اور ابوداؤد شریف حضرت بنوریؒ سے، بخاری ثانی حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ سے پڑھ کر آپ نے ۱۳۷۰ھ میں درس نظامی سے فاتحہ فراغ پڑھا، بلاشبہ چار سالہ مختصر مدت میں بالاستیعاب درس نظامی کی تکمیل آپ کی ذکاوت و ذہانت، خداداد حفظ و اتقان اور بے مثال صلاحیت کی واضح دلیل ہے۔

دورۂ حدیث شریف کے بعد آپ نے تکمیل کے لئے دوبارہ خیرالمدارس میں داخلہ لینا چاہا تو اب مشکل مرحلہ یہ تھا کہ دورۂ حدیث کے لئے خیرالمدارس کو چھوڑ کر جانے کے بعد دوبارہ خیرالمدارس میں کس طرح داخلہ لیا جائے؟ یا کیونکر مل سکے گا؟ بہر حال یہاں بھی حضرت مفتی صاحب کی ذہانت و ذکاوت کے علاوہ اصول پسندی، سلامتی طبع اور عجز و نیاز نے کام دکھلایا، چنانچہ خیرالمدارس ملتان سے ٹنڈوالہ یار اور وہاں سے دوبارہ خیرالمدارس منتقلی کی دلچسپ روئیداد حضرت مفتی صاحب کی زبانی سنئے! آپ لکھتے ہیں:

"آئندہ سال خیرالمدارس میں بڑے ذوق وشوق سے حاضری ہوئی تو چند دنوں کے بعد یہ معلوم کر کے نہایت صدمہ ہوا کہ حضرت کامل پوریؒ امسال خیرالمدارس سے ٹنڈوالہ یار سندھ مدرسہ اشرف العلوم میں تشریف لے جارہے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی کمی کو پورا کرنے کے لئے پاکستان میں اعلیٰ پیمانہ پر اس جامعہ کا آغاز ہوا تھا اور ہر فن کے کامل ترین اکابر کی خدمات، جامعہ ہذا کے لئے حاصل کی گئی تھیں، مثلاً حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی صاحب ترجمان السنۃ، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی محشی نسائی شریف، محقق بے بدل حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی، تعلیم القرآن لکھنؤ کے صدر مدرس حضرت مولانا قاری عبدالمالک، قاری عبدالوہاب مکی حال لاہور، یہ بھی بطور طالب علم جامعہ میں مقیم تھے، اللہ میرے ان اکابر کی قبور کو نور سے بھر دے اور ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، ہر ایک اپنے فن کے امام اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، حضرت کامل پوریؒ کی تشریف بری کا سن کر دورۂ حدیث شریف کے طلبہ میں بے چینی کی ایک لہر دوڑ گئی، جذبات سے بے قابو ہو کر حضرت اقدس مولانا خیر محمد نور اللہ مرقدہ، کی خدمت میں درخواست دی گئی کہ حضرت کامل پوری کو خیرالمدارس میں ٹھہرا لیا جائے، محض نادانی تھی، لیکن جنون سب کچھ کرا دیتا ہے، یہ درخواست لے کر حضرت کی خدمت میں یہ ناکارہ ہی حاضر ہوا تھا، یہ امر حضرت نور اللہ مرقدہ کے مزاج اور اصول مدرسہ کے بالکل خلاف تھا، اس لئے جب میں درخواست لے گیا تو دیکھ رہا تھا کہ حضرت کا چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا، ایسا لگتا تھا کہ شاید ابھی پٹائی ہو جائے، لیکن کمال ضبط تھا کہ زبان سے ایک لفظ بھی غصے کا نہیں نکالا، بس درخواست پر یہ تحریر فرما دیا کہ: "آپ لوگ ٹھہرا سکتے ہیں، تو ٹھہرالیں" (اوکما قال) بہر حال ناشدنی شد حضرت کامل پوریؒ حسب پروگرام گھر سے خیرالمدارس تشریف لائے اور سامان وغیرہ لے کر سندھ تشریف لے گئے، نہ معلوم ہم جیسے کتنوں کے دل بھی ساتھ ہی لے گئے، کچھ دن خیرالمدارس میں ٹھہرنے کے بعد ہم چند ساتھی بھی (جن میں مولانا منظور احمد چنیوٹی

زیدمجدہم بھی تھے) جامعہ اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ حضرت کامل پوری کی خدمت میں چلے گئے اور وہاں دورۂ حدیث شریف میں داخلہ لے لیا' جنگل میں منگل کا سماں تھا' ایک سیٹھ صاحب نے ایک مربعہ زمین جامعہ کے لئے وقف کی تھی' اس میں عارضی تعمیرات کرکے درسگاہیں بنائی گئی تھیں' بخاری شریف' ترمذی شریف کے اسباق حضرت کی قیام گاہ اندرون شہر ہوتے تھے' یہ بندہ کی تعلیم کا چوتھا سال تھا' جس میں شعبان ۱۳۷۰ھ کو دورۂ حدیث شریف سے فراغت ہوئی' دورانِ سال ہی حضرت مولانا خیر محمد نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں معذرت نامہ بھیجا' حضرت نے معذرت قبول فرمالی اور غالباً یہ بھی تحریر فرمایا: "گزشتہ راصلوات آئندہ را احتیاط۔" (سوانح فتحیہ ص:۴۰۸'۴۰۹)

یوں دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد آئندہ سال ۱۳۷۰ھ میں آپ نے پھر اپنی مادر علمی خیرالمدارس کا رخ کیا اور تکمیل کے اسباق پڑھے' اس دور کی تکمیل اور اس دور کے تخصص میں آپؒ نے قاضی مبارک' شمس بازغہ' حمداللہ' صدرا' میر زاہد اور عقود رسم المفتی وغیرہ کتب حضرت مولانا جمال الدینؒ' حضرت مولانا محمد نورؒ اور حضرت مولانا بابا غلام محمدؒ ایسے اکابر اور اصحاب علم وفضل سے مکمل فرماکر اپنی علمی پیاس بجھائی' اور اس دور کی تکمیل اور حالیہ دور کا تخصص کرکے کامل ومکمل اور عالم وفاضل قرار پائے۔

تکمیل علوم کے بعد آپؒ کے اساتذہ نے آپ کو ادھر ادھر دیکھنے کی بجائے اپنے سایہ عاطفت و سرپرستی میں لے لیا' شروع میں زاہد وقت حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ نے آپ کو اپنے ادارہ "نشر و اشاعت اسلامیات" میں جوڑ لیا اور انہی کی برکت سے خیرالمدارس میں جزوقتی تقرر ہوا' ابتدائی اسباق سے بتدریج بخاری شریف تک تدریسی ترقی ہوئی' ویسے تو بنیادی طور پر ۱۳۷۰ھ سے ہی آپؒ کا خیرالمدارس کے دارالافتاء سے انسلاک ہوگیا تھا' جبکہ ۱۳۹۵ھ سے آپ صدارت دارالافتاء کے منصب پر فائز ہوگئے تھے' گویا ۱۳۷۰ھ سے ۱۴۲۷ھ تک پورے ۵۸ سال تک آپ فقہ وفتویٰ کے عالی منصب پر فائز رہے' اس دوران بلامبالغہ ہزاروں علمی اور تحقیقی فتاویٰ آپ کے قلم صداقت رقم سے صادر ہوئے' یہی وجہ ہے کہ فقہ وفتویٰ میں آپ ایک سند اور اتھارٹی کا درجہ رکھتے تھے اور آپ کے علم وتحقیق اور فقہ و فتویٰ کو طبقہ علماء میں حجت واستناد کا درجہ حاصل تھا' عوام و خواص کے علاوہ اہل علم بھی آپ کی رائے کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اسی طرح درس وتدریس کے میدان میں بھی ملک بھر میں آپؒ کا شہرہ تھا' آپ کا انداز تدریس نہایت دھیما' مگر پُراثر تھا' آپ کا انداز بیان اور اسلوب تفہیم نہایت پُرکشش تھا۔ طلبہ آپ پر دیوانہ وار جان اس لئے چھڑکتے تھے کہ آپ کا انداز تعلیم اور افہام وتفہیم کا اسلوب نہایت ہی دل نشین' عمدہ اور قابل رشک تھا' اسی طرح آپ کی درسی تقریر' متانت وسنجیدگی کے علاوہ بلا کی سلاست وروانی پر مشتمل ہوتی' آپؒ مشکل سے مشکل مقام کو چٹکیوں میں سمجھا دیتے اور مشکل سے مشکل مسئلہ کو منٹوں میں حل فرمادیتے۔

آپؒ کی انہی خوبیوں اور امتیازی خصوصیات کی وجہ سے آپؒ اپنے سب اصاغر واکابر کی آنکھوں کا تارا تھے' دیکھا جائے تو خیرالعلماء حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ سے لے کر بعد کے اکابر تک کے دلوں میں آپؒ کی مقبولیت ومحبوبیت کا راز بھی یہی تھا۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اپنے محبوب استاذ حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ کے ادارہ "نشر واشاعت اسلامیات" سے جامعہ خیرالمدارس کی تدریس' اعلیٰ کتب کی تعلیم اور دارالافتاء کی صدارت کے منصب پر کیسے فائز ہوئے؟ اس کی روئیداد خود حضرت مفتی صاحبؒ کی زبانی سنئے اور ان کے علم وفضل کی داد دیجئے! حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

"امسال (تکمیل کے سال) نماز کی امامت بھی بندہ کے ذمہ تھی' نیز دارالافتاء میں بھی کچھ وقت کے لئے کام ہوتا تھا' آخر سال میں شدید بیمار ہوا' چنانچہ یکم شعبان ۱۳۷۱ھ کو امتحان دے کر گھر چلا گیا' کافی علاج معالجے کے بعد اللہ پاک نے شفا عنایت فرمائی تو ہمارے عظیم محسن ومربی حضرت مفتی محمد عبداللہ نوراللہ مرقدہ نے ادارہ نشر واشاعت اسلامیات ملتان میں کام کے لئے طلب فرمایا' چنانچہ چند سال تک ادارے میں کام کیا' بعض رسائل اور شرعی ضابطہ دیوانی کی تصحیح و تحشیہ کا کام ان ایام میں ہی کیا گیا' ان دنوں حضرت مفتی صاحبؒ کی بے حد شفقتیں اور احسانات اس ناکارہ پر ہوئے' اللہ پاک بے حد جزائے خیر عنایت فرماویں' بندہ کا قیام خیرالمدارس ہی میں تھا' اس لئے حضرت مولانا خیر محمد نوراللہ مرقدہ کی عنایت سے ایک' دو اسباق بھی مدرسہ کی طرف سے مل جاتے تھے' لیکن طبعی رجحان یہ تھا کہ پورا وقت مدرسہ میں ہو' حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت نے فرمایا: یہاں کہنے میں تو ڈر لگتا ہے' چلو مدرسہ قاسم العلوم میں آپ کا تقرر کرادیتے ہیں' چنانچہ بندہ کو ساتھ لے کر حضرت مفتی صاحب' قاسم العلوم میں حضرت

مولانا عبدالحق مرحوم (جوان دنوں وہاں کے شیخ الحدیث و صدر مدرس تھے) کے پاس تشریف لے گئے اور مدعا ظاہر کیا' کچھ نیم رضا کا اظہار بھی ہوا' واپس مدرسہ خیرالمدارس آنے پر مجھے خیال ہوا کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے مشورہ اور اجازت حاصل کر لینا ضروری ہے' چنانچہ بندہ نے خدمتِ عالی میں عریضہ لکھا تو حضرتؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ: آپ کا مدرسہ خیرالمدارس سے انقطاع تو گوارا نہیں' اس لئے تدریس کا ہی شوق ہو تو آپ کا تقرر خیرالمدارس میں کیا جاتا ہے۔ (بحاصلہٖ)

اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں'

حضرت اقدس کی اس عنایت پر بے حد مسرت ہوئی اور حضرت مفتی صاحبؒ نے بھی بخوشی اسے قبول فرماتے ہوئے خیرالمدارس میں کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی' خیرالمدارس میں بعض اسباق کے ساتھ ساتھ افتاء کی خدمت کسی نہ کسی شکل میں تقریباً مسلسل بندہ کے ذمہ رہی ہے' خداوند قدوس کے انعامات و احسانات کا اجتبائی معاملہ اسباق میں بھی اس ناکارہ کے ساتھ ظاہر ہوا' مشکوٰۃ شریف پڑھانے والے حضرات کو دیکھ کر رشک ہوتا تھا کہ ہمیں بھی کبھی حدیث پاک کی تھوڑی سی خدمت کا موقع ملے گا' دورۂ حدیث شریف اور دارالحدیث کی باتیں تو آرزو و تصور سے بالا تھیں' کبھی حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آیا تھا کہ دورۂ حدیث شریف کے اسباق میں سے کوئی سبق بھی ہمیں مل سکتا ہے' آج کے خیرالمدارس کو اس وقت کے خیرالمدارس پر قیاس نہیں کرنا چاہئے' اس دور میں یہ ممکن نہ تھا کہ کسی سبق کے بارے میں کوئی استاذ دعویٰ استحقاق کرے (بلکہ) کلی تفویض ہوتی تھی' بہرحال تقسیم اسباق کا نقشہ بننے لگا' حضرت مولانا خیر محمد نوراللہ مرقدہ نے غایت شفقت فرماتے ہوئے دورۂ حدیث کا سبق طحاوی شریف عنایت فرمایا' ہمیں عموماً اسباق کا علم نقشہ تقسیم لٹکا دیئے جانے کے بعد ہی ہوا کرتا تھا' اس سے قبل خواہ مخواہ کی دخل اندازی یا استراق یا کسی پر منصوبے بندی کی الحمدللہ! عادت ہی نہ تھی' بس جو سبق متعین ہوگیا' اسی کو غنیمت سمجھا لیا جاتا تھا' نہ بننے کی فکر' نہ کتابیں نکل جانے کی آرزو' کچھ بھی نہ تھی' یہ شعر تو یاد نہ تھا' لیکن بس نظر حق جل شانہ کی ذات کریم پر ہوتی تھی کہ جو ادھر سے ظہور میں آئے گا عین مصلحت ہوگا: "ہر چہ ساقی ماریخت عین الطافست" نیز خیال ہوتا تھا کہ: "فکرِ ما درکارِ ما آزارِ ما" واقعی اسی کا ظہور ہوا' بلا کسی ایماء' ترغیب' طلب اور تمام کتابیں نکالے براہِ قریب دورۂ حدیث شریف کے اسباق میں پہنچا دیا گیا' شاید کسی نے اس ترجیح کو محسوس بھی کیا ہو' لیکن "جف القلم" والا معاملہ تھا' کسی کو مجالِ اعتراض نہ تھی' دو تین سال کے بعد بالکل اسی طرح پر ابوداؤد شریف کا سبق عنایت ہوا۔

یہ حضرت اقدسؒ کی زندگی مبارک کا غالباً آخری سال ۱۳۸۹ھ تھا' رمضان المبارک سے قبل آپ کو گردے کی تکلیف ہوگئی تھی' صحت بہت علیل رہی' چھاؤنی ملٹری ہسپتال میں حضرت زیر علاج رہے' لیکن افاقہ نہ ہوا' پھر لاہور تشریف لے گئے' وہاں پر میو ہسپتال میں آپریشن کا طے ہوا' لیکن محترم جناب ڈاکٹر منیر صاحب کے مشورہ سے تجویز ہوا کہ آپریشن نشتر ہسپتال ملتان میں ہی کرانا چاہئے' چنانچہ حضرتؒ لاہور سے ملتان نہایت ضعف و علالت کی حالت میں لائے گئے اور نشتر ہسپتال میں کامیاب آپریشن ہوا اور آپ خدا کے فضل و کرم سے صحت یاب ہوگئے' یہ حضرت کا آخری رمضان تھا' جو ہسپتالوں میں نہایت تکلیف میں گزرا' ابھی نشتر ہسپتال ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ اوائل شوال میں مخصوص احباب سے یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ کا تعلق تاحیات خیرالمدارس سے رہے' نیز یہ کہ اس سال ابوداؤد شریف کا سبق (حضرت مفتی عبدالستار (صاحب) کو دیا جائے وغیرہ' پھر آپ شفایاب ہوکر دولت کدہ پر تشریف لے آئے' طبیعت سنبھل گئی' مدرسے کے داخلے مکمل ہوکر اسباق تقسیم ہوئے تو ابوداؤد شریف بندہ کے نام تحریر فرمائی گئی' پھر غایت توجہ' شفقت و تربیتی شان کا مظاہرہ اس طرح فرمایا کہ چونکہ اس اہم کتاب کی تدریس کا بندہ کا پہلا سال تھا' نااہلیت و عدمِ استعداد تو ظاہر ہے' ہوا یہ کہ بندہ جو سبق پڑھاتا' حضرت نوراللہ مرقدہٗ ہر روز اپنے خادم مولوی عبدالشکور صاحب سے (جو اس وقت دورۂ حدیث شریف بھی پڑھ رہے تھے) باقاعدہ سنتے اور مسرت کا اظہار فرماتے' حضرت اقدسؒ کی اس کرم فرمائی و ذرہ نوازی کا علم بندہ کو بہت دنوں بعد مولوی عبدالشکور صاحب موصوف کی زبانی

ہوا اول وہلہ میں سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ یہ کیا ہوا؟ بندہ کے ذہن میں کبھی اس سماع واختبار کا تصور بھی نہیں آیا تھا، لیکن مولوی صاحب موصوف نے حضرتؒ کے اطمینان ومسرت کا بتلایا تو جان میں جان آئی، والحمدللہ کثیراً، اسی سال ۱۳۹۰ھ کے آخر میں حضرت نوراللہ مرقدہ کا شعبان میں وصال ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ایک دو سال کے بعد پھر صحیح مسلم شریف کا سبق ملا، بخاری شریف اور ترمذی شریف مخدومنا المکرم حضرت علامہ کشمیری صاحب دامت برکاتہم کے پاس ہوتی تھیں، ان میں کسی تغیر وتبدل کا احتمال ہی نہ تھا، نہ کسی کو طمع ہوسکتی تھی کہ ان میں سے کوئی سبق کسی دوسرے کو مل سکتا ہے، مگر حسن اتفاق سے بخاری شریف مل گئی، تو کلا علی اللہ بخاری شریف کا سبق شروع کردیا گیا، مقدمہ بدؤالوحی اور کتاب الایمان کے تقریباً آخر تک کتاب ہوئی، طلبہ الحمدللہ! حسب سابق بالکل مطمئن تھے حالانکہ ایسے انقلابی و ہنگامی حالات میں طلبہ جیسی قوم کا مطمئن ہونا انتہائی دشوار ہوتا ہے، اس مقدار کتاب پر بندہ کے امالی باریک خط سے کئی سو صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، ایک مرتبہ شیخ الحدیث مولانا علی محمد صاحب مدظلہ کبیر والا سے تشریف لائے، موصوف عرصہ سے بخاری شریف پڑھا رہے ہیں، بندہ نے کچھ عنوانات ذکر کئے کہ امالی میں یہ یہ بحثیں شامل ہیں، نہایت تعجب سے خوشی کا اظہار فرماتے رہے کہ ایسی تفصیل تو اب تک ہمارے ہاں بھی نہیں ہے، کچھ آگے تک سبق پہنچا تھا کہ بندہ پر اچانک شدید مرض کا حملہ ہوا، علاج معالجے کے بعد بھی صحت، تدریس کی متحمل نہ ہوسکی تو بالآخر بیماری کی وجہ سے بخاری اول کی بجائے بخاری ثانی بندہ کے ذمہ ہوئی، بے تکلف اس کا سبق ہوتا رہا، ایک سال ابن ماجہ اور موطا امام مالک کے بھی اسباق ہوئے، تکمیل کی جماعت نے حجۃ اللہ البالغۃ، تاسیس النظر، درمختار اور عقود رسم المفتی وغیرہ کتب بھی پڑھیں۔

حضرت مولانا خیر محمد نوراللہ مرقدہ نے بخاری شریف پر شروح وغیرہ سے کچھ فوائد منتخب فرماکر جمع فرمائے تھے، غایت احتیاط کی وجہ سے حضرتؒ کی خواہش تھی کہ کوئی معتمد عالم اس پر نظر ثانی کرلے، پہلے کسی دوسری جگہ پر (غالباً مولانا محمد موسیٰ صاحب کے ہاں..... ناقل) یہ کام ہوا، پھر حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ کی نظر عنایت بندہ پر ہوئی اور نظر ثانی کا ارشاد فرمایا۔ حضرتؒ کی نگرانی و مشورہ میں الحمدللہ! بعض مقامات پر اصلاحات بھی ہوئیں، طلبہ کے فائدہ کی غرض سے ان میں سے ایک مقام نقل کرتا ہوں: خیر الباری میں صلوٰۃ الخوف کی کیفیت کے بارے میں جو شافعیہ کا مذہب تھا (کہ امام پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھا کر انتظار کرئے حتیٰ کہ وہ اپنی نماز پوری کرکے دشمن کی طرف واپس چلا جائے اور اب دوسرا گروہ آجائے، امام اس کو دوسری رکعت پڑھا کر پھر انتظار کرئے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز پوری کرلے، تب امام ان کے ساتھ سلام پھیرے...... ناقل) وہ مالکیہ کا مذہب لکھا گیا اور جو مالکیہ کا تھا (کہ امام دوسرے گروہ کو دوسری رکعت پڑھا کر ان کی تتمیم نماز کا انتظار کئے بغیر بلا تاخیر سلام پھیر دے اور وہ طائفہ بعد از قعدہ امام کھڑے ہوکر اپنی نماز پوری کرتا رہے) وہ شافعیہ کا مذہب نقل ہوگیا تھا، بندہ کی مشکوٰۃ کی املائی تقریر میں بھی ایسے ہی تھا، لیکن کتابیں دیکھنے سے حقیقت حال سامنے آئی تو حضرتؒ کی خدمت میں مشورہ کے لئے سب مالہ وما علیہ پیش کردیا، حضرتؒ نے فرمایا اور دیکھو، چنانچہ مزید دیکھا گیا تو بھی اس کے خلاف ثابت ہوا تو حضرتؒ نے اصلاح کی اجازت فرمادی۔ دراصل یہ خلطِ مذاہب فیض الباری میں واقع ہوا تھا، وہاں سے ہی حضرتؒ نے یہ مذاہب نقل فرمائے تھے، پورا اطمینان فرمالینے کے بعد ارشاد فرمایا کہ: فیض الباری میں بھی تصحیح کردی جائے۔" (مختصر حالات حضرت مفتی صاحبؒ مندرجہ سوانح فتحیہ ص:۴۱۰'۴۱۴)

بلاشبہ حضرت مفتی صاحبؒ اگر علم وفضل او اخذ وتحقیق میں اپنے اسلاف کے جانشین تھے تو تقویٰ، طہارت، زہد، تکشف، صلاح، فلاح، طاعت اور عبادت میں بھی خیرالقرون کا نمونہ اور نقش ثانی تھے، اسی طرح تقریر، بیان، وعظ، نصیحت، تحریر اور انشاء کے میدان میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ چنانچہ آپ کے علمی فتاویٰ، اور اصلاحی وتحقیقی مضامین اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں، مگر بایں ہمہ عجز، انکسار، تواضع، فروتنی، خمول اور گوشہ نشینی میں بھی اس دور میں آپ کا ہمسر نہیں تھا، چنانچہ اپنے چھوٹوں، شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کے ساتھ بھی وہ ایسا برتاؤ کرتے کہ آدمی پانی پانی ہوجاتا۔

راقم الحروف کو بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے ایک عرصہ سے نیاز حاصل تھا، جس کا بارہا بچشم سر مشاہدہ کیا۔ بلاشبہ آپ جس طرح اپنے چھوٹوں سے حوصلہ

افزائی کا معاملہ کرتے' اس دور میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی' آپ اپنے چھوٹوں کی علمی' عملی' تحقیقی اور اصلاحی تربیت ضرور فرماتے' مگر ان کی عزت نفس کو مجروح نہ ہونے دیتے' بلکہ ہر مرحلہ میں عجز وانکسار کے مظاہرہ سے ہی ان کی تربیت فرماتے' نمود ونمائش' شہرت وخودنمائی کی مروجہ شکلوں اور حیلوں بہانوں سے آپ کوسوں دور تھے یہی وجہ ہے کہ آپ عموماً عوامی اجتماعات میں شرکت سے اجتناب فرماتے۔

ہمارے اکابر واسلاف کا یہ امتیاز واختصاص رہا ہے کہ وہ تعمیر ظاہر کے ساتھ ساتھ تعمیر باطن سے بھی کبھی غافل نہیں رہے' وہ علم کو حجاب اکبر سمجھتے تھے' ان کا کہنا تھا کہ علم بلاعمل سے انسان راہ اعتدال سے ہٹ بھی سکتا ہے' اسلئے وہ سلوک واحسان کے ذریعہ اپنے نفس کی تنابیں کھینچ کر رکھتے ہیں' اپنے آپکو کسی اللہ والے کے سپرد کرکے اپنی نکیل انکے حوالے کردیتے ہیں' عملی زندگی میں وہ ایسے باخدا حضرات سے بیعت کرکے گویا اپنے آپکو انکے ہاتھ بیچ دیتے ہیں اور اپنی مرضی کو ان کی مرضی میں ضم کرکے مردہ بدست زندہ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

بلاشبہ اس میدان میں بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے کبھی بے اعتنائی نہیں برتی' چنانچہ آپ نے سب سے پہلا اصلاحی تعلق خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمدؒ دوسرا' مادر زاد ولی حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ سے' انکی رحلت کے بعد قطب الارشاد حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ' اس کے بعد زاہد وقت حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ سے' اس کے بعد حضرت مولانا عبدالعزیزؒ چک گیارہ والوں سے اور آخر میں مخدوم ومکرم صوفی محمد اقبال قدس سرہ سے آپ کا اصلاحی تعلق رہا۔ موخر الذکر بزرگ جناب صوفی محمد اقبال صاحبؒ نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا' جبکہ امام القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد خلیفہ اجل حضرت مولانا مفتی محمد حسن قدس سرہ اور حضرت مولانا فضل علی قریشی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا علی مرتضیٰ گدائی ضلع ڈیرہ غازی خان کی جانب سے بھی آپکو سند خلافت واجازت سے نوازا گیا۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ خالص و متصلب اور پکے دیوبندی تھے' آپ اپنے اکابر کی تحقیق سے سرمو انحراف کو برداشت نہ کرتے' آپ کے تصلب کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے شیخ جناب صوفی محمد اقبال صاحبؒ نے جب ''اصلاح مفاہیم'' کے معاملہ میں کچھ نرمی دکھائی تو حضرت مفتی صاحب نے اپنے شیخ کے موقف کے برخلاف اکابر دیوبند کے موقف کی نہ صرف تائید کی بلکہ صاف اور واشگاف الفاظ میں حضرت صوفی صاحب کے موقف کے خلاف قلم اٹھایا۔ ماہنامہ ''الخیر'' کی فائلیں اس کی گواہ ہیں' جب تک حضرت صوفی صاحب کی طرف سے کامل اطمینان ووضاحت نہ آئی' حضرت مفتی صاحب کے موقف میں لچک نہیں آئی۔ بلاشبہ آج کے دور میں ایسے حضرات چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔

حضرت مفتی صاحب کا پاکستان بھر میں ایک عظیم حلقہ ہے' آپکے مسترشدین پر آپ کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ بلاشبہ حضرت مفتی صاحب کے فیض نظر سے سینکڑوں نہیں' ہزاروں افراد کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوا اور کئی ایک خوش قسمت افراد کو آپ نے اپنی اجازت وخلافت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

بلامبالغہ حضرت مفتی صاحب کی ذات اس وقت حلقہ دیوبند' اور خصوصاً جنوبی پنجاب کی پٹی میں ایک شجر سایہ دار تھی' آپ کی رحلت سے ایک مہیب خلا پیدا ہوگیا۔ خدا کرے ان کے متعلقین' منتسبین' مسترشدین اور خلفاء ان کے چھوڑے ہوئے مشن کو جاری رکھیں اور امت کی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔

یوں تو حضرت مفتی صاحب قریب قریب نحیف وکمزور چلے آرہے تھے اور ان پر متعدد بار امراض و اسقام کے حملے ہوتے رہے' مگر ان دنوں حضرت مفتی صاحب بالکل صحت مند تھے' آخری دن مغرب کے وقت کچھ احباب کو گھر پر طلب فرمایا اور اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ مجھے مسجد لے چلو' رفقاء نے مسجد لے جانے کی تیاری کی مگر ایک دم سے طبیعت بگڑ گئی دل ڈوبنے لگا اور پھر آپ بے ہوش سے ہوگئے' آپ کو فوراً نشتر ہسپتال ملتان لے جایا گیا' جہاں ڈاکٹروں کی فوری کوشش سے طبیعت بحال ہوگئی' تو خدام سے فرمایا: مجھے گھر لے چلو' خدام نے عرض کیا: اگر ڈاکٹر اجازت دے دیں تو ابھی لے جائیں گے' طبیعت کی بحالی سے رفقاء اور خدام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی' مگر افسوس! کہ یہ خوشی دیرپا ثابت نہ ہوئی اور طبیعت اچانک دوبارہ خراب ہوگئی' اور دل کی دھڑکن تیز ہوگئی' ڈاکٹروں نے اپنی سی پوری کوشش کرکے دیکھ لی مگر بے سود' آخر کار رات دس بجے ''اللہ اللہ'' کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کردی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپؒ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی' ملک بھر سے خدام کے فون آنے لگے کہ جنازہ میں جلدی نہ کی جائے' چنانچہ اگلے روز عصر کے بعد جنازہ کا اعلان ہوا تو خیر المدارس کا وسیع وعریض احاطہ اور قرب وجوار کی گلیاں تنگ ہوگئیں۔

آپکی وصیت کے مطابق آپکے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی شام منظور آباد ملتان کے قبرستان میں اس خزانہ خوبی کو سپرد خاک کردیا گیا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافعہ واعف عنہ واکرم نزلہ وادخلہ الجنۃ۔

☆☆..........☆☆

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاترِ ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختمِ نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے

زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 4583486-4514122، فیکس: 4542277

اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 2780337 فیکس: 2780340

اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک، سوری ٹاؤن برانچ

نوٹ: مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ: رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد — امیر مرکزیہ

سید نفیس الحسینی — نائب امیر مرکزیہ

(مولانا) عزیز الرحمٰن — ناظم اعلیٰ